تاریخِ سندھ: تہذیب و تمدن کا سفر

رُک سندھی

History of Sindh: The Journey of Civilization and Culture

Ruk Sindhi

فہرست

مهاڳ

1. سندھ میں ویدک دور: وادئ سندھ تہذیب کا تسلسل
2. سندھ کی قدیم تاریخ اور مہابھارت کا دور: ایک تنقیدی مطالعہ
3. سندھ کی تاریخ میں ہخامنشی اور یونانی دور: چھٹی صدی قبل مسیح سے
4. سکندرِاعظم کی سندھ پر یلغار: تاریخی پس منظر
5. سندھ اور موریہ خاندان
6. انڈو-یونانی دور: ایک تحقیقی جائزہ
7. سیتھیائی دور اور سندھ
8. سندھ میں پارتھیا حکومت: ایک تحقیقی جائزہ
9. کشان دور اور سندھ میں ان کی حکمرانی
10. ساسانی دور اور سندھ
11. سندھ میں رائے خاندان کی حکومت
12. سندھ پر برہمن حکمرانی: ایک تحقیقی جائزہ
13. کیا سندھی سمندر کا منہ دیکھنا بھی مکروہ سمجھتے تھے؟

14. سندھ اور سمندر: تاریخی حقائق اور سندھ مخالف پروپیگنڈا کا تنقیدی جائزہ
15. وادئ سندھ کی تہذیب اور مصر کے درمیان تجارتی تعلقات: ایک تحقیقی جائزہ
16. وادئ سندھ کی تہذیب اور وسطی ایشیا کے ساتھ تجارتی نیٹ ورک
17. وادئ سندھ کی تہذیب کے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات
18. وادئ سندھ کی تہذیب کے عراق (میسوپوٹیمیا) کے ساتھ تجارتی تعلقات
19. سندھی تاجروں کے عالمی نیٹ ورکس: شکارپور سے پاناما تک
20. سندھ کا تجارتی نیٹ ورک: عالمی منظرنامہ
21. سندھی تاجر اور فارس خلیج میں موتیوں کی تجارت
22. سندھ کی ثقافت کی جیت، قدیم لوک ساز بورینڈو یونیسکو کے تحفظ میں
23. مہر گڑھ: سندھ وادی کی زرعی تہذیب کا ابتدائی مقام
24. کاہو جو دَڑو: سندھ کے بدھ مت تہذیبی ورثے کا تحقیقی مطالعہ
25. پورچوگیزوں کا سندھ سے تعلق اور ٹھٹے پر حملہ: ایک تحقیقی جائزہ
26. برصغیر کے سرحدی خطوں میں انڈس تہذیب کا تاریخی و ثقافتی تسلسل

27. وادئ سندھ کی تہذیب اور عمان (مگان) کے درمیان تجارتی تعلقات
28. دریائے سندھ: تہذیب، بھائی چارے اور امن کا بہاؤ
29. سندھی ثقافتی دن: صدیوں پرانی شناخت کو دوبارہ زندہ کرنے کا عمل
30. بسنت: وادئ سندھ کی تہذیب، فطرت اور روحانیت کا جشن
31. وادی سندھ: سائنس کی جنم بھومی – ایک علمی جائزہ
32. چیٹی چند: اڈیرو لال اور سندھی شناخت
33. انڈس ڈیلٹا میں میرین آثارِ قدیمہ کی نئی دریافت
34. دریائے سندھ: سندھی تہذیب، تاریخ اور ادب کی پہچان
35. وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کی اہمیت اور ضرورت
36. وادئ سندھ کی تہذیب کا زوال: موسمیاتی تبدیلی اور قحط کے اثرات پر نئی تحقیق
37. وادئ سندھ کی تہذیب: قدامت پر نئی تحقیق
38. سندھ کے قلعوں کی تاریخی جانچ: تحقیق کے نئے رخ اور سائنسی بنیادیں
39. سندھو دریا کے مختلف نام: تاریخی اور لسانیاتی تجزیہ
40. عالمی تجارت اور سندھ ورکی

41. سندھ تہذیب میں زرعی حکمت عملیاں: مقاصد اور نتائج
42. انڈس تہذیب میں زرعی حکمتِ عملیاں اور شہری مراکز کی ترقی
43. عمان اور وادئ سندھ میں ثقافتی روابط: دہوا سے موہنجوداڑو کے جھانجھ دریافت
44. وادئ سندھ تہذیب کا سمندری تجارتی نظام اور اندرونی آبی نیٹ ورک
45. ہولوسین دور: سندھ کے ساحل کے ساتھ انسانی آباد کاری اور سطح سمندر میں تبدیلی

مهاڳ

سندھ انسانی تاریخ کے اُن نایاب خطّوں میں سے ہے جہاں تہذیب، ثقافت اور فکر کے دھارے ہزاروں برسوں سے جاری ہیں۔ سندھُو تہذیب سے لے کر آج کے جدید دور تک، سندھ ہمیشہ

انسانی ارتقا، تجارت، زراعت اور سماجی تنظیم کا اہم مرکز رہا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس شاندار ماضی کے بیان میں زیادہ تر روایتی تاریخ نویسی نے ایسا طریقہ اختیار کیا، جس میں حکمرانوں، جنگوں اور سیاسی تبدیلیوں کو مرکزیت حاصل رہی، جبکہ عام انسان، عورتیں، ماحول، معیشت اور سماجی ڈھانچے پس منظر میں رہ گئے۔

یہ کتاب اُس روایتی انداز سے ہٹ کر، جدید تاریخ نویسی کے اصولوں اور طریقوں کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہے۔ خاص طور پر **Annales School** کی فکری روایت سے متاثر ہو کر، اس کتاب میں تاریخ کو محض واقعات کی ترتیب کے طور پر نہیں بلکہ ایک جاری سماجی عمل کے طور پر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسا عمل، جس میں وقت کے طویل دھارے، معاشی ڈھانچے اور روزمرہ زندگی کے تجربات مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کتاب کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ سندھ کی تاریخ کو بین الشعبہ انداز میں پیش کیا جائے۔ اس کے لیے آثارِ قدیمہ، بشریات، عمرانیات اور معیشت جیسے علوم سے مدد لی گئی ہے تاکہ ماضی کی ایک زیادہ جامع اور کثیر جہتی تصویر سامنے آ سکے۔

اسی وقت، جدید تنقیدی نظریات جیسے **Postcolonialism** اور **Feminism** کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ سندھ کی تاریخ کو نوآبادیاتی اثرات اور صنفی عدم مساوات کے

حوالے سے نئے سرے سے سمجھا جا سکے۔ اس طریقے سے اُن طبقات کو بھی آواز دینے کی کوشش کی گئی ہے جو روایتی تاریخ میں زیادہ تر خاموش رہے ہیں۔

اس کے علاوہ، جدید ٹیکنالوجی کا استعمال بھی اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ **Artificial Intelligence، ڈیجیٹل آرکائیوز اور جغرافیائی معلوماتی نظام (GIS)** کے ذریعے سندھ کی تاریخی اور جغرافیائی تبدیلیوں کو زیادہ سائنسی انداز میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خاص طور پر سندھُو دریا کے بہاؤ اور انسانی آبادیوں کے تعلق کو جدید سائنسی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب صرف ماضی کے بیان تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ایک سوال بھی اُٹھاتی ہے: *“ہم تاریخ کو کیسے سمجھیں؟”* کیا تاریخ صرف واقعات کا سلسلہ ہے یا یہ انسان، ماحول اور سماج کے درمیان ایک پیچیدہ رشتہ ہے؟ جدید تاریخ نویسی، خاص طور پر **Postmodernism** کی روشنی میں، اس بات پر زور دیتی ہے کہ تاریخ ایک واحد، حتمی سچ نہیں بلکہ مختلف تجربات، یادداشتوں اور بیانات کا مجموعہ ہے۔

اس کتاب کا مقصد نہ صرف سندھ کی تاریخ کو بیان کرنا ہے بلکہ اسے نئی نظر سے دیکھنا، سمجھنا اور پیش کرنا بھی ہے۔ ایسی نظر سے جو سائنسی، تنقیدی اور انسانی اقدار پر مبنی ہو۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب قارئین، محققین اور طلبہ کے لیے نہ صرف معلومات کا ذریعہ بنے گی بلکہ انہیں تاریخ کے بارے میں نئے انداز میں سوچنے پر بھی آمادہ کرے گی۔

رُک سندھی

سندھ میں ویدک دور: وادئ سندھ تہذیب کا تسلسل

خلاصہ

یہ تحقیقی مقالہ سندھ میں ویدک دور اور وادئ سندھ تہذیب کے درمیان تعلق کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ قدیم تحقیق میں "آریائی حملہ" کا نظریہ غالب رہا، جس کے مطابق آریائی قبائل برصغیر میں داخل ہوئے اور وادئ سندھ تہذیب کو ختم کر دیا۔ تاہم جدید آثارِ قدیمہ، جینیاتی اور لسانی تحقیق اس نظریے کو مسترد کرتے ہوئے ثقافتی تسلسل (continuity) کی حمایت کرتی ہے۔

یہ مقالہ اس مؤقف کی تائید کرتا ہے کہ سندھ میں ویدک دور کسی اچانک حملے کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک تدریجی ارتقائی عمل تھا۔ آثارِ قدیمہ،

ویدک متون جیسے رگ وید، اور سماجی ڈھانچوں سے تسلسل کے واضح شواہد ملتے ہیں۔

تعارف

برصغیر کی قدیم تاریخ میں ویدک ثقافت کی اصل کے بارے میں بحث طویل عرصے سے جاری ہے۔ روایتی نظریے کے مطابق آریائی قبائل تقریباً 1500 قبل مسیح میں برصغیر میں داخل ہوئے اور وادئ سندھ تہذیب کو ختم کر دیا (Wheeler, 1968)۔

تاہم جدید تحقیق اس نظریے کو چیلنج کرتی ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ سندھ، خصوصاً موہنجو داڑو جیسے مقامات سے کسی بڑے پیمانے کی تباہی کے شواہد نہیں ملتے۔ اس کے برعکس، ایک تدریجی سماجی و ثقافتی تبدیلی دیکھی جاتی ہے (Kenoyer, 1998)۔

ادبی جائزہ (Literature Review)

آریائی حملہ نظریہ

مورٹیمر ویلر نے یہ مؤقف پیش کیا کہ آریائی حملہ وادئ سندھ تہذیب کے زوال کا سبب بنا (Wheeler, 1968)۔ یہ نظریہ محدود آثارِ قدیمہ اور رگ وید کی مخصوص تشریحات پر مبنی تھا۔

تسلسل کا جدید نظریہ

جدید محققین جیسے جم جی شیفر اور گریگوری پوسیل اس نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔ ان کے مطابق وادئ سندھ تہذیب اور ویدک دور کے درمیان واضح ثقافتی تسلسل موجود ہے (Shaffer, 1984; Possehl, 2002)۔

طریقۂ کار (Methodology)

اس تحقیق میں معیاری (qualitative) طریقہ اختیار کیا گیا، جس میں درج ذیل ذرائع استعمال کیے گئے:

- آثارِ قدیمہ کے شواہد
- ویدک ادب (خصوصاً رگ وید)
- جینیاتی تحقیق
- ثقافتی و سماجی تجزیہ

سندھ سے آثارِ قدیمہ کے شواہد (Archaeological Evidence from Sindh)

سندھ میں کھدائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تبدیلی تدریجی تھی، اچانک نہیں۔ موہنجو داڑو میں:

- بڑے پیمانے پر تباہی کے آثار موجود نہیں
- زرعی نظام جاری رہا

- مٹی کے برتنوں اور ثقافتی اشیاء میں تسلسل پایا جاتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ شہری نظام بتدریج دیہی نظام میں تبدیل ہوا (Kenoyer, 1998; Possehl, 2002)۔

ویدک متون اور سندھ (Vedic Texts and Sindh)

رگ وید میں “سندھو” کا بار بار ذکر ملتا ہے، جو دریائے سندھ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ:

- سندھ ویدک دور میں بھی ایک اہم خطہ تھا
- جغرافیائی تسلسل برقرار رہا (Singh, 2008)

جینیاتی و بشریاتی شواہد (Genetic and Anthropological Evidence)

جدید جینیاتی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ برصغیر میں آبادی کا تسلسل برقرار رہا اور کسی بڑے پیمانے پر بیرونی یلغار کے شواہد نہیں ملتے (Lal, 2002)۔

بشریاتی مطالعہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ:

- وسیع پیمانے پر تشدد کے آثار نہیں
- انسانی آبادی میں تسلسل موجود ہے۔

ثقافتی و مذہبی تسلسل (Cultural and Religious Continuity)

وادئ سندھ تہذیب اور ویدک دور کے درمیان کئی مماثلتیں پائی جاتی ہیں:

- آگ کی اہمیت (بعد میں ویدک یگیہ)
- زرعی اور مویشی پالنے کی معیشت
- فطرت سے متعلق عقائد

یہ عناصر ثقافتی تسلسل کی نشاندہی کرتے ہیں (Bryant, 2001)۔

سماجی و سیاسی تبدیلی (Socio-Political Transformation)

اس دور میں درج ذیل تبدیلیاں رونما ہوئیں:

- بڑے شہروں کا زوال
- قبائلی نظام کا فروغ
- “راجا”، “سبھا” اور “سمیتی” جیسے ادارے

یہ تمام تبدیلیاں تدریجی ارتقا کا نتیجہ تھیں (Singh, 2008)۔

بحث

مجموعی شواہد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ:

- آریائی حملے کا نظریہ کمزور ہو چکا ہے۔
- ثقافتی تسلسل کا نظریہ زیادہ مضبوط ہے۔
- سندھ اس تسلسل کو سمجھنے کے لیے ایک کلیدی خطہ ہے۔

نتیجہ

اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سندھ میں ویدک دور:

- کسی بیرونی حملے کا نتیجہ نہیں تھا
- بلکہ وادئ سندھ تہذیب کے ارتقائی تسلسل کا حصہ تھا

لہٰذا، برصغیر کی قدیم تاریخ کو ایک مسلسل ثقافتی ارتقا کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

References

- Bryant, E. (2001). *The quest for the origins of Vedic culture*. Oxford University Press.
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.
- Lal, B. B. (2002). *The Saraswati flows on*. Aryan Books International.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.
- Shaffer, J. G. (1984). The Indo-Aryan invasions: Cultural myth and archaeological reality.
- Singh, U. (2008). *A history of ancient and early medieval India*. Pearson.
- Wheeler, M. (1968). *The Indus Civilization* (3rd ed.). Cambridge University Press.

سندھ کی قدیم تاریخ اور مہابھارت کا دور: ایک تنقیدی مطالعہ

خلاصہ

یہ تحقیقی مقالہ سندھ کی قدیم تاریخ کا جائزہ مہابھارت کی روشنی میں لیتا ہے۔ روایتی بیانیوں کے مطابق سندھ کی سیاسی تاریخ کا آغاز مہابھارت کے زمانے (تقریباً 1500–1000 قبل مسیح) سے ہوتا ہے، جہاں جئےدرتھ کو "سندھو" کا حکمران بیان کیا گیا ہے۔

یہ مطالعہ ان دعوؤں کو تنقیدی انداز میں پرکھتا ہے اور ادبی روایت اور تاریخی حقیقت کے درمیان فرق کو واضح کرتا ہے۔ متنی تجزیہ، آثارِ قدیمہ اور جدید تاریخ نگاری کی روشنی میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مہابھارت ایک اہم ثقافتی ماخذ ہے، مگر اسے مکمل تاریخی دستاویز نہیں سمجھا جا سکتا۔

تعارف

سندھ کی قدیم تاریخ کو اکثر ادبی اور روایتی ذرائع کے ذریعے سمجھا جاتا ہے، جن میں مہابھارت ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق سندھ کی سیاسی تاریخ کا آغاز اسی دور سے ہوتا ہے، جسے عموماً 1500 سے 1000 قبل مسیح کے درمیان رکھا جاتا ہے (Singh, 2008)۔

مہابھارت میں “سندھو” ایک اہم جغرافیائی اور سیاسی خطے کے طور پر ظاہر ہوتا ہے، جسے موجودہ سندھ سے منسلک کیا جاتا ہے۔

ادبی جائزہ (Literature Review)

مہابھارت بطور تاریخی ماخذ

مہابھارت ایک رزمیہ ہے جس میں اساطیری، مذہبی اور تاریخی عناصر شامل ہیں (Bryant, 2001)۔ اگرچہ اس میں حقیقی مقامات اور اقوام کا ذکر موجود ہے، مگر اس کا بیانیہ مکمل طور پر تاریخی نہیں۔

روایتی نقطۂ نظر: سندھ اور جۓدرتہ

مہابھارت کے مطابق جئےدرتہ “سندھو” کا بادشاہ تھا اور اس نے کوروؤں کا ساتھ دیا (Ganguli, 1883/2010)۔

جدید تنقیدی آراء

جدید مورخین جیسے روملا تھاپر اور اپندر سنگھ کے مطابق مہابھارت کو “تاریخی یادداشت” کے طور پر پڑھنا چاہیے، نہ کہ براہِ راست تاریخ کے طور پر (Thapar, 2002; Singh, 2008)۔

طریقۂ کار (Methodology)

اس تحقیق میں معیاری (qualitative) اور تقابلی طریقہ اپنایا گیا ہے، جس میں:

- مہابھارت کا متنی تجزیہ
- جدید تحقیقی لٹریچر کا جائزہ
- سندھ سے متعلق آثارِ قدیمہ کے شواہد

شامل کیے گئے ہیں۔

مہابھارت میں سندھ اور جئےدرتھ (Sindh and Jayadratha in the Mahabharata)

مہابھارت کے مطابق جئےدرتھ “سندھو” کا حکمران تھا اور کوروؤں کا اتحادی تھا۔

جنگ میں کردار

جئےدرتھ نے جنگ میں اہم کردار ادا کیا:

- اس نے ایک دن کے لیے پانڈوؤں کو روکے رکھا
- اس کے نتیجے میں ابھیمنیو کی موت واقع ہوئی
- بعد میں ارجن نے اسے قتل کیا (Ganguli, 1883/2010)

دروپدی کا واقعہ

مہابھارت میں بیان ہے کہ جئےدرتھ نے دروپدی کو اغوا کرنے کی کوشش کی، لیکن:

- پانڈوؤں نے اسے شکست دی
- دروپدی کو بازیاب کرایا گیا
- جئےدرتھ کو ذلیل کیا گیا، مگر قتل نہیں کیا گیا

تاریخی تنقید (Historical Criticism)

کیا مہابھارت تاریخ ہے؟

محققین کے مطابق:

- مہابھارت مکمل تاریخی کتاب نہیں
- اس میں اساطیری اور علامتی عناصر شامل ہیں
- تاہم اس میں حقیقی جغرافیائی حوالے جات (جیسے سندھ) موجود ہیں (Thapar, 2002)

سندھ کی سیاسی حیثیت

مہابھارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

- سندھ ایک اہم سیاسی خطہ تھا
- اس کے حکمران علاقائی سیاست میں شامل تھے

تاہم جئےدرتھ کی تاریخی حکمرانی کے براِ راست آثارِ قدیمہ کے شواہد موجود نہیں ہیں۔

آثارِ قدیمہ اور ویدک پس منظر (Archaeology and the Vedic Context)

آثارِ قدیمہ کے مطابق سندھ میں:

- وادئ سندھ تہذیب کے بعد تدریجی تبدیلی آئی
- کسی بڑے حملے یا اچانک تباہی کے شواہد نہیں ملتے (Kenoyer, 1998)

اس لیے مہابھارت کے واقعات کو براِ راست تاریخ سے جوڑنا مشکل ہے۔

بحث

اس تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

- مہابھارت ایک اہم ثقافتی ماخذ ہے
- جئےدرته سندھ کی نمائندگی کرتا ہے
- ادبی روایت اور تاریخی حقیقت میں فرق کرنا ضروری ہے

نتیجہ

اس مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:

- مہابھارت سندھ کی قدیم ثقافتی یادداشت کو محفوظ رکھتی ہے
- مگر اسے مکمل تاریخی دستاویز نہیں سمجھا جا سکتا
- سندھ کی اہمیت قدیم برصغیر میں نمایاں رہی ہے

References

- Bryant, E. (2001). *The quest for the origins of Vedic culture*. Oxford University Press.
- Ganguli, K. M. (2010). *The Mahabharata of Krishna-Dwaipayana Vyasa* (Original work published 1883).

- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.

- Singh, U. (2008). *A history of ancient and early medieval India*. Pearson.

- Thapar, R. (2002). *Early India: From the origins to AD 1300*. Penguin.

سندھ کی تاریخ میں ہخامنشی اور یونانی دور: چھٹی صدی قبل مسیح سے

سندھ پر ہخامنشی حملے

مہابھارت کے زمانے کے بعد، چھٹی صدی قبل مسیح تک سندھ کی تاریخ میں ایک خلا محسوس ہوتا ہے۔ یہ خلا بڑی سیاسی تبدیلیوں کے باعث پیدا ہوا، کیونکہ اس عرصے میں برصغیر میں نئے طاقتور سلطنتی نظام سامنے آئے۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہخامنشی سلطنت نے سندھ وادی پر قبضہ کرنے کے لیے قدم بڑھایا، جس میں سندھ کا علاقہ بھی شامل تھا۔

اس حملے کو عملی جامہ **اسکائیلیکس (Scylax)**، ایک یونانی بحری ماہر، نے ایران کے ہخامنشی بادشاہ **داریوش اوّل (Darius I)** کے حکم پر پہنایا (Briant, 2002).

اسکائیلیکس کا مشن

اسکائیلیکس کو درج ذیل کام سونپے گئے:

1. سیستان، افغانستان، پنجاب اور سندھ کا سروے کرنا
2. خشکی اور سمندری راستوں کی نشاندہی کرنا
3. فوجی انتظام اور ہخامنشی حکمرانی قائم کرنا

اپنی مہم کے دوران وہ شمال مغربی علاقوں سے گزرا، جنوبی پنجاب پر قبضہ کیا، اور سمندری راستے سے سندھ تک پہنچا۔ نتیجتاً، سندھ ہخامنشی سلطنت کا حصہ بن گیا (Salles, 1983).

سندھ اور بیسویں سَیٹرَپی

جب سندھ پر ہخامنشی حکومت قائم ہوئی، تو اسے سلطنت کی **بیسویں سَیٹرَپی (صوبہ)** قرار دیا گیا:

- یہ سَیٹرَپی امیر صوبوں میں سے ایک تھی
- اس کی سالانہ آمدنی تقریباً **360 ایوبوئک ٹیلنٹ سونا** تھی، جو سونے کے ٹکڑوں میں ادا کی جاتی تھی
- سندھ سے حاصل ہونے والا سونا ایشیا کے دیگر صوبوں سے حاصل ہونے والے سونے کے

تقریباً تیسرے حصے کے برابر تھا (Ferguson, 1911)

برصغیر کی سیاسی حالت

یہ دور برصغیر کے مختلف علاقائی راجاؤں کی خودمختاری کے لیے بھی نمایاں ہے:

- اجاتشترو، ایک طاقتور مہاراجا، مگدھ میں راج کرتا تھا، لیکن اس کی زیادہ توجہ سندھ پر نہ تھی
- اس کی جگہ یا تو درسکا یا اُدایا راج کرتے تھے، جو اپنے علاقائی مسائل میں مصروف تھے
- اس وجہ سے سندھ پر ایرانی فوجی قبضہ عارضی اور محدود رہا

مذہبی اور سماجی حالات

- بدھ مت اور ہندو دھرم والوں کے درمیان جھگڑے عام تھے
- سندھ اور باقی برصغیر میں بڑی سیاسی اور سماجی افراتفری تھی

نتیجہ

- چھٹی صدی قبل مسیح میں سندھ ہخامنشی سلطنت کا حصہ بن گیا
- یونانی حملوں سے پہلے ہخامنشی حکومت سندھ پر محدود وقت تک قائم رہی
- سندھ کی سیاسی اہمیت اور معاشی حیثیت (خاص طور پر سونا) ہخامنشی دور میں نمایاں ہوئی
- قدیم سندھ علاقائی اور سمندری حکمرانی کے لحاظ سے ایک اہم خطہ تھا

References

- Briant, P. (2002). *From Cyrus to Alexander: A history of the Persian Empire*. Eisenbrauns.
- Ferguson, W. (1911). *History of ancient India: From the earliest times to the death of Harsa*. London: Macmillan.
- Salles, J.-F. (1983). Scylax of Caryanda and the Achaemenid exploration of the Indus region. *Journal of Ancient History, 3*(2), 45–67.

سکندرِاعظم کی سندھ پر یلغار: تاریخی پس منظر

تمہید

سکندرِاعظم اُن فاتحین میں شمار ہوتا ہے جن کی فوجی مہمات نے نہ صرف ایشیا اور یورپ کا سیاسی نقشہ بدل دیا بلکہ مختلف تہذیبوں کے باہمی روابط کو بھی نیا رخ دیا۔ سندھ کی وادئ سندھ پر اس کی یلغار (326–325 ق.م) تاریخی اعتبار سے نہایت اہم ہے، کیونکہ یہ حملہ اُس وقت ہوا جب سندھ نہ مکمل طور پر ایرانی بالادستی میں تھا اور نہ ہی کسی مرکزی سیاسی قوت کے تحت متحد تھا۔

سکندر کا عروج اور ایرانی سلطنت کا زوال

فلپ مقدونی (359–336 ق.م) نے یونان کو متحد کیا اور سکندر کے لیے ایک مضبوط سیاسی و فوجی بنیاد فراہم کی۔ فلپ کے قتل کے بعد سکندر صرف بیس برس کی عمر میں 336 ق.م میں یونان کا بادشاہ بنا۔ ابتدا میں اس نے یونان کے اندر بغاوتوں کو کچلا، پھر ہخامنشی سلطنت کے خلاف مہم شروع کی۔
334 ق.م میں وہ ایشیا مائنر میں داخل ہوا، اور گرانیقس (333 ق.م) اور پھر اَربیلا (331 ق.م) کی فیصلہ کن جنگوں میں دارا سوم کو شکست دی۔ آخرکار 330 ق.م میں دارا کے قتل کے ساتھ ہخامنشی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ سکندر نے دارا کے ساتھ شاہانہ احترام کا مظاہرہ کیا، جو اس کی سیاسی حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔
(سائکس، *History of Persia*, جلد اول)

وادئ سندھ کی طرف پیش قدمی: اسباب و مقاصد

ایران کو فتح کرنے کے بعد سکندر کا رخ وادئ سندھ کی طرف ہوا۔ اس کے اہم اسباب یہ تھے:

1. سندھ پہلے ہخامنشی اثر کے تحت رہ چکا تھا۔
2. فاتح کی حیثیت سے سکندر چاہتا تھا کہ دارا کے تمام سابقہ علاقوں پر کنٹرول قائم کرے۔
3. سندھ کی دولت، ہاتھیوں اور تجارتی راستوں کے بارے میں یونانی معلومات سکندر کو آگے بڑھنے پر اُکساتی تھیں۔

پنجاب میں سکندر: راجہ پورس سے جنگ

سکندر ہندوکش پہاڑ عبور کر کے ٹیکسلا پہنچا، جہاں حکمران ٹیکسیلس نے بغیر مزاحمت اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد 326 ق.م میں سکندر نے پنجاب کے طاقتور حکمران راجہ پورس کا جہلم کے کنارے مقابلہ کیا۔
پورس کی فوج میں ہاتھیوں کی بڑی تعداد تھی، جو یونانی فوج کے لیے نیا چیلنج تھا۔ تاہم سکندر نے اپنی حکمتِ عملی سے دریا عبور کیا اور چالیانوالہ کے قریب پورس کو شکست دی۔ پورس کی بہادری سے متاثر ہو کر سکندر نے اُسے دوبارہ حکمران مقرر کیا۔
(بدخشانی، *تاریخ ایران*, جلد اول)

سندھ کی سیاسی صورتحال

ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک کے مطابق، سکندر نے سندھ کو دریاؤں کے سنگم سے لے کر سمندر تک ایک ماتحت صوبہ قرار دیا اور پیٹھان کو وائسرائے مقرر کیا۔ اُس وقت (326 ق.م) سندھ میں درج ذیل مقامی حکمران اور قوتیں موجود تھیں:

- **میوسیکانس:** مشرقی سندھ (سکھر سے رحیم یار خان)
- **موئیرس:** پٹالا (برہمن آباد)
- **آکسی کانس:** مغربی سندھ (لاڑکانہ علاقہ)
- **سامبس:** جنوبی سندھ (سندیمانا/سیہون)

یہ سب آپس میں سیاسی رقابتوں کا شکار تھے، جس سے سکندر نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔

(لیمبرک، *Sindh Before the Muslim Conquest*)

سندھ میں فوجی کارروائیاں اور مزاحمت

یونانی ذرائع کے برعکس، سندھ میں سکندر کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ میوسیکانس، آکسی کانس اور سامبس کے علاقوں میں بار بار بغاوتیں ہوئیں۔ خاص طور پر برہمنوں کی قیادت میں مزاحمتی تحریکیں یونانیوں کے لیے بڑا مسئلہ بن گئیں۔

محمد ابراہیم جویو لکھتے ہیں کہ سکندر برہمنوں کو اپنا اصل دشمن سمجھتا تھا، جس کے باعث بڑے پیمانے پر قتلِ عام ہوا۔

(جویو، *شاہ، سچل، سامی*)

ڈاکٹر نبی بخش اور دادا سندھی بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سندھ میں سکندر کو کہیں بھی مکمل سکون حاصل نہ ہوا۔

(دادا سندھی، *سندھ کی فوجی مہارت*)

پٹالا، بحری مہم اور واپسی

سکندر پٹالا پہنچا اور سندھ ڈیلٹا کی جغرافیائی اہمیت کو سمجھا۔ یہاں سے نیارکس کی قیادت میں بحری بیڑا سمندر کے راستے ایران روانہ ہوا، جبکہ سکندر خود مکران کے سخت ریگستان سے ہوتا ہوا بابل پہنچا۔

سکندر کی سندھ مہم: اثرات و نتائج

مانک پتھاوالا کے مطابق، سکندر کی مہم کے اہم اثرات یہ تھے:

- وادئ سندھ کا عارضی سیاسی اتحاد
- نئے شہروں اور بندرگاہوں کا قیام

- یونانی سکّوں، فنِ تعمیر اور مجسمہ سازی کا اثر
- یورپ اور سندھ کے درمیان تجارتی و ثقافتی روابط

دوسری طرف بڑے پیمانے پر خونریزی، شہروں کی تباہی اور مقامی سماجی ڈھانچے کو نقصان بھی اس مہم کے منفی نتائج تھے۔
(پتھاوالا، *سندھ کی تاریخی جغرافیہ*)

نتیجہ
تحقیقی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ سکندرِاعظم کی سندھ پر یلغار مکمل فتح سے زیادہ ایک مسلسل فوجی جدوجہد تھی۔ سندھ کے لوگ آزادی پسند تھے اور انہوں نے سخت مزاحمت کی۔ اگرچہ سکندر نے عارضی طور پر انتظامی کنٹرول قائم کیا، لیکن سندھ اُس کی سلطنت میں پائیدار طور پر شامل نہ ہو سکا۔ تاہم، اس مہم نے سندھ کو عالمی تاریخ کے دھارے سے جوڑ دیا، جس کے اثرات بعد کے ادوار تک محسوس کیے گئے۔

References

- Sir Percy Sykes, *History of Persia*, Vol. I, London, 1951.

- Maqbool Beg Badakhshani, *History of Iran*, Vol. I.
- Lambrick, *Sindh Before the Muslim Conquest*.
- Molai Sheedai, *Jannat al-Sindh*.
- Muhammad Ibrahim Joyo, *Shah, Sachal, Sami: A Study*.
- Dada Sindhi, *Sindh's Military Skill*.
- Manik Pathawala, *Historical Geography of Sindh*.
- M. H. Panhwar, *Research Papers on the Indus Valley*.

سندھ اور موریہ خاندان

تمہید
موریہ خاندان برصغیر کی تاریخ کا وہ اہم حکمران سلسلہ ہے جس نے پہلی بار ہندوستان کے بڑے حصے کو ایک مرکزی اور منظم سلطنت کے تحت متحد کیا۔ سندھ، جو سکندرِاعظم کی واپسی کے بعد سیاسی انتشار اور یونانی اثرات میں گھرا ہوا تھا، موریہ دور میں ایک نئے سیاسی اور فکری مرحلے میں داخل ہوا۔

موریہ خاندان کا عروج: تاریخی پس منظر
موریہ خاندان کا بانی چندرگپت موریہ تھا، جس نے ٹیکسلا جیسے علمی مرکز سے تعلیم حاصل کی۔ تاریخی روایت کے مطابق اس کی والدہ مور پالتی تھی، اسی وجہ سے وہ اور اس کا خاندان "موریہ" کے نام سے مشہور ہوا۔
322 ق.م کے قریب چندرگپت نے مگدھ کے نندا خاندان کے خلاف بغاوت کی اور پاٹلی پترا (پٹنہ) کو اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔ اس وقت نندا حکمرانوں کی کمزوری اور عوامی بیزاری چندرگپت کی کامیابی میں اہم ثابت ہوئی۔
چندرگپت کا سب سے بڑا وزیر چانکیہ (کوٹلیہ) تھا، جسے سندھ سے تعلق رکھنے والا ایک بڑا پنڈت، سیاستدان اور حکمتِ عملی کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔
(مولائی شیدائی، *جنت السندھ*)

یونانی اقتدار کا خاتمہ اور وادئ سندھ

سکندرِاعظم کی وفات (323 ق.م) کے بعد وادئ سندھ میں یونانی اقتدار کمزور پڑ گیا۔ یونانی کمانڈروں میں اختلافات، فوجیوں کی وطن واپسی کی خواہش، اور مقامی قبائل کی بےچینی نے یونانی انتظام کو غیر مستحکم کر دیا۔

ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک کے مطابق اس دور میں:

- یونانی حکمرانوں میں انتشار بڑھ گیا
- سندھ کے قبائل میں مزاحمت اور بےچینی میں اضافہ ہوا
- نیارکس (Nearchus) کو بیڑیاں لے کر سندھ چھوڑنا پڑا
- جنوب مشرقی پنجاب میں یونانی کمانڈر فلپس کو قتل کر دیا گیا
(لیمبرک، *Sindh Before the Muslim Conquest*)

چندرگپت موریہ اور سندھ

چندرگپت موریہ نے راجہ پورس کی مدد سے یونانی قوتوں کو شکست دی اور اپنی سلطنت کو مضبوط کیا۔ اس کے بعد اس نے وادئ سندھ کی طرف پیش قدمی کی۔ یونانیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان کئی جھڑپوں کے بعد آخرکار یونانی اثر ختم ہو گیا۔

چندرگپت اور یونانی حکمران سیلیوکس نیکیٹر کے درمیان صلح ہوئی، جس میں شادی کے ذریعے رشتہ داری بھی قائم ہوئی۔ اس معاہدے کے نتیجے میں:

- وادئ سندھ مکمل طور پر موریہ سلطنت میں شامل ہوئی
- ایرانی اور یونانی سیاسی اثرات کا خاتمہ ہوا
- مگدھ کی مرکزی حکومت سندھ تک پھیل گئی
(لیمبرک، حوالہ مذکورہ بالا)

چندرگپت کے ثقافتی اور تاریخی نشانات سندھ میں آج بھی موجود ہیں، جیسے:

- مورو شہر
- موریہ ذات
- میرپورخاص کے قریب "چند موریہ" کا مقام اور میلہ

بندوسار اور اشوکِ اعظم کا دور
چندرگپت کے بعد اس کا بیٹا بندوسار (298–272 ق.م) حکمران بنا۔ اس کے بعد اس کا پوتا اشوکِ اعظم 273 ق.م میں تخت نشین ہوا۔ اشوک نے موریہ سلطنت کو عروج پر پہنچایا اور تاریخ میں "اعظم" کے لقب سے مشہور ہوا۔
اشوک بدھ مت کا پکا پیروکار تھا۔ 256 ق.م کے قریب اس نے اپنے 14 فرمان جاری کیے، جو:

- شمال مغرب میں خروشتی رسم الخط
- باقی ہندوستان میں براہمی رسم الخط میں لکھوائے گئے۔
(ایم۔ ایچ۔ پنھور، *سندھ کی واقعاتی لغت*)

سندھ پر بدھ مت کے اثرات
لیمبرک اور دیگر محققین کے مطابق اشوک کے

دور میں سندھ پر بدھ مت کے گہرے اثرات مرتب ہوئے:

- اشوک نے بدھ مت کی تبلیغ کے لیے جماعتیں بھیجیں
- بدھ راہب اُپ گپت سندھ میں طویل عرصہ مقیم رہا
- کئی مقامات پر مڑھیاں، ٹھل اور اسٹوپا تعمیر ہوئے
  (لیمبرک، *Sindh Before the Muslim Conquest*)

ایم۔ ایچ۔ پنھور کا خیال ہے کہ موریہ دور میں اگرچہ مرکزی گورنر مقرر ہوتے رہے، لیکن سندھ کا مقامی اقتدار زیادہ تر سندھ کے لوگوں کے ہاتھ میں رہا۔

آثارِ قدیمہ اور تحقیقی اختلافات
ہینری کزنز (*Antiquities of Sindh*, 1929) نے سندھ میں بدھ دور کے کئی آثار کا ذکر کیا ہے۔
تاہم مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ:
اشوک کا کوئی فرمان ابھی تک سندھ سے براہِ راست دریافت نہیں ہوا۔
(ڈی۔ سی۔ سرکار، *Ashokan Inscriptions*)

یہ حقیقتی اختلاف سندھ میں بدھ مت کی سرکاری نوعیت کے بارے میں تاریخی بحث کو جنم دیتا ہے۔

نتیجہ
تحقیقی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ موریہ خاندان، خاص طور پر چندرگپت موریہ اور اشوکِ

اعظم کے دور میں، سندھ ایک نئے سیاسی، فکری اور مذہبی مرحلے میں داخل ہوا۔ یونانی اقتدار کا خاتمہ، مرکزی حکومت سے تعلق، اور بدھ مت کی تبلیغ سندھ کی تاریخی ارتقا میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود سندھ کی مقامی خودمختاری مکمل طور پر ختم نہ ہوئی، جو اس خطے کے آزادی پسند مزاج کو ظاہر کرتی ہے۔

References

- Cousens, H. (1929). *Antiquities of Sindh*. Archaeological Survey of India.
- Lambrick, H. T. (1973). *Sindh before the Muslim conquest*. Cambridge University Press.
- Panhwar, M. H. (1983). *Chronological dictionary of Sindh*. Institute of Sindhology, University of Sindh.
- Panhwar, M. H. (1996). *Research papers on Sindh*. Institute of Sindhology, University of Sindh.
- Sheedai, M. (n.d.). *Jannat al-Sindh*. [In Sindhi].
- Sircar, D. C. (1957). *Ashokan inscriptions*. Delhi: Publications Division, Government of India.

انڈو-یونانی دور: ایک تحقیقی جائزہ

تمہید

انڈو-یونانی دور سندھ کی تاریخ کا ایک اہم اور پیچیدہ باب ہے، جو نہ صرف سیاسی فتوحات سے جڑا ہوا ہے بلکہ ثقافتی اور مذہبی تبادلوں سے

بھی وابستہ ہے۔ یہ دور تقریباً 200 قبل مسیح سے 10 عیسوی تک جاری رہا، جس میں وادئ سندھ، افغانستان اور ہندوستان کے بڑے حصے یونانی حکمرانوں کے زیرِ اثر آئے۔

سیاسی پس منظر
انڈو-یونانی سلطنت کا آغاز ڈیمیٹریس اوّل سے ہوا، جو باختر سے نکل کر ہندوستان اور سندھ کی طرف بڑھا۔ سگالا (سیالکوٹ) اور ٹیکسلا اہم مراکز تھے، جبکہ سندھ میں پٹالا (موجودہ ٹھٹہ کے قریب) یونانی گورنروں کا مرکزی شہر تھا۔ مینینڈر (ملندا) سب سے مشہور حکمران تھا، جس نے نہ صرف سنگا خاندان کو شکست دی بلکہ بدھ مت کا پیروکار بھی بن گیا (Narain, 1957).

سندھ میں یونانی اثرات

- **شہروں کی تعمیر:** یونانی حکمرانوں نے سندھ میں نئے شہر تعمیر کیے اور مقامی انتظامی نظام میں تبدیلیاں کیں (Panhwar, 1983).
- **مذہبی اثرات:** مینینڈر کے دور میں بدھ مت کی ترقی ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق، سندھ کے بھکشو مینینڈر کے حکم پر سیلون میں بدھ مت کی عالمی مجلس میں شریک ہوئے (Lambrick, 1973).
- **ثقافتی میل جول:** یونانی حکمران مقامی تہذیب میں ضم ہونا شروع ہوگئے، جس کے نتیجے میں سندھ میں "گریکو-

بدھزم" کا اثر ظاہر ہوا (Marshall, 1951).

زوال کے اسباب

- انڈو-یونانی حکمران کئی حصوں میں تقسیم ہوگئے (چالیس سے زیادہ ریاستیں).
- مقامی مزاحمت اور نئے خاندانوں (جیسے سنگا اور بعد میں انڈو-سیتھی) کے ابھار نے ان کی طاقت کو کمزور کر دیا۔
- آخرکار تقریباً 10 عیسوی میں انڈو-یونانی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا (Bopearachchi, 1991).

تاریخی اہمیت

- **سیاسی:** یونانی حکمرانوں کی سندھ میں موجودگی نے مقامی سیاست اور انتظامی ڈھانچے پر گہرا اثر ڈالا۔
- **مذہبی:** بدھ مت کی ترقی اور یونانی حکمرانوں کی دلچسپی سندھ کی مذہبی تاریخ میں ایک اہم موڑ ہے۔
- **ثقافتی:** یونانی اور سندھی تہذیبوں کے میل جول سے ایک نئی ثقافتی شکل پیدا ہوئی، جسے "گریکو-بدھزم" کہا جاتا ہے۔

نتیجہ

انڈو-یونانی دور سندھ کی تاریخ میں ایک ایسا پل ہے، جہاں یونانی، ہندوستانی اور سندھی تہذیبیں ایک دوسرے سے مل رہی تھیں۔ یہ دور نہ صرف سیاسی فتوحات کا ہے بلکہ ثقافتی اور مذہبی

تبادلوں کا بھی ہے، جس نے سندھ کی قدیم تاریخ کو گہرے طور پر متاثر کیا۔

References

- Bopearachchi, O. (1991). *Monnaies gréco-bactriennes et indo-grecques: Catalogue raisonné*. Paris: Bibliothèque Nationale.
- Lambrick, H. T. (1973). *Sind: Muslim conquest and the legacy of Alexander*. Karachi: Oxford University Press.
- Marshall, J. (1951). *Taxila: An illustrated account of archaeological excavations*. Cambridge: Cambridge University Press.
- Narain, A. K. (1957). *The Indo-Greeks*. Oxford: Clarendon Press.
- Panhwar, M. H. (1983). *Chronological dictionary of Sindh*. Hyderabad: Sindh Development Studies Center.

سیتھیائی دور اور سندھ

تمہید

سندھ کی قدیم تاریخ میں سیتھیائی (ساکا) دور ایک ایسا مرحلہ ہے جسے اکثر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے یا پھر پارتھیائی دور کے ساتھ ملا کر پیش کیا گیا ہے۔ تاہم جدید سندھی تاریخ نویسی میں ایم۔ ایچ۔ پنھور جیسے محققین نے سیتھیائی اور پارتھیائی ادوار کو الگ الگ شناخت دی ہے اور سندھ کی سیاسی و ثقافتی ارتقا میں ان کی اہمیت کو نئے سرے سے واضح کیا ہے۔ یہ تحقیقی مضمون سندھ میں سیتھیائی حکمرانی، اس کے دورانیے، سیاسی وسعت اور تاریخی اہمیت کا علمی جائزہ پیش کرتا ہے۔

سیتھیائی (ساکا) قوم: تاریخی پس منظر

سیتھیائی، جنہیں تاریخی ماخذوں میں ساکا (Scythians / Sakas) بھی کہا گیا ہے، اصل میں

وسطی ایشیا کے خانہ بدوش قبائل تھے۔ ایرانی اور یونانی ذرائع کے مطابق یہ قبائل آہستہ آہستہ جنوب کی طرف منتقل ہوئے اور افغانستان، بلوچستان، سندھ، کَچھ اور کاٹھیاواڑ تک پہنچے۔ یونانی، ایرانی اور ہندی ذرائع میں ساکا کو:

- جنگجو
- گھڑ سوار
- منظم قبائلی سرداروں کے ماتحت قوم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سندھ میں سیتھیائی دور کا آغاز اور خاتمہ

ایم۔ ایچ۔ پنھور کی تحقیق کے مطابق سندھ میں سیتھیائی حکمرانی کا آغاز تقریباً 80 قبل مسیح میں ہوا، جبکہ اس کا خاتمہ 19 یا 10 عیسوی کے قریب ہوا۔ اس حساب سے سیتھیائی دور کا کل عرصہ 90 سے 99 برس پر محیط تھا۔
یہ دور موریہ سلطنت کے زوال اور کُشن سلطنت کے عروج کے درمیان ایک اہم عبوری مرحلہ تھا، جس کے دوران سندھ ایک بار پھر بین الاقوامی ہجرت اور سیاسی تجربات کا مرکز بن گیا (پنھور، *پیرائتی سندھ کتھا*).

لیمبرک اور پنھور: تاریخی اختلافات

ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک عام طور پر سیتھیائی اور پارتھیائی ادوار کو ایک مشترکہ سیاسی تسلسل کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ

دونوں طاقتیں زیادہ تر مشترکہ انتظامی اور ثقافتی خصوصیات رکھتی تھیں، اس لیے انہیں الگ الگ کرنا تاریخی طور پر ضروری نہیں۔
اس کے برعکس، ایم۔ ایچ۔ پنھور دلیل دیتے ہیں کہ:

- سیتھیائی اور پارتھیائی الگ نسلوں اور سیاسی روایات سے تعلق رکھتے ہیں۔
- ان کی حکمرانی کے اوقات، علاقے اور انتظامی ڈھانچے مختلف تھے۔
- سندھ میں سیتھیائی حکمرانی ایک مکمل اور خودمختار سیاسی دور تھا۔

یہ اختلاف سندھ کی قدیم تاریخ پر جدید علمی مباحث کا ایک اہم حصہ ہے۔

سیتھیائی حکمران اور سیاسی وسعت
پنھور صاحب اپنی کتاب میں ایک مفصل چارٹ کے ذریعے سیتھیائی حکمرانوں کے سلسلے کو بیان کرتے ہیں۔ اس چارٹ کے مطابق سیتھیائی حکمرانی:

- پوری وادئ سندھ
- موجودہ سندھ
- کَچھ
- کاٹھیاواڑ
تک پھیلی ہوئی تھی۔
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیتھیائیوں نے سندھ کو صرف ایک سرحدی علاقہ نہیں

بلکہ اپنے سیاسی مراکز میں سے ایک بنایا
(پنھور، *پیرائتی سندھ کتھا*، ص 125–126).

سیتھیائی دور میں سندھ کی حیثیت

سیتھیائی دور میں سندھ:

- شمال اور مغرب سے آنے والے تجارتی راستوں کا اہم مرکز تھا۔
- ہندوستان، ایران اور وسطی ایشیا کے درمیان ایک ثقافتی پل کا کردار ادا کرتا رہا۔
- مقامی قبائل اور نئے حکمرانوں کے درمیان طاقت کی نئی تقسیم کا میدان بنا۔

یہ دور سندھ کی تاریخ میں سیاسی لچک، ثقافتی میل جول اور انتظامی تبدیلی کا زمانہ تھا۔

تاریخی اہمیت

سیتھیائی دور کی اہمیت درج ذیل نکات میں نمایاں ہوتی ہے:

1. سندھ میں موریہ سلطنت کے زوال کے بعد مرکزی اقتدار کا قیام۔
2. وسطی ایشیائی اثرات کا مقامی معاشرے میں داخل ہونا۔
3. بعد میں آنے والے پارتھیائی اور کُشن حکمرانوں کے لیے سیاسی بنیاد کی تیاری۔

4. سندھ کی تاریخی تسلسل میں ایک اہم عبوری دور کی حیثیت۔

نتیجہ

تحقیقی جائزے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیتھیائی دور کو سندھ کی تاریخ میں ایک مختصر مگر نہایت اہم سیاسی مرحلہ سمجھنا چاہیے۔ ایم۔ ایچ۔ پنہور کی تحقیق سیتھیائیوں کی حیثیت کو واضح کرتی ہے اور لیمبرک کے مشترکہ نظریے سے ہٹ کر سندھ کی قدیم تاریخ کو زیادہ گہرائی سے سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ سیتھیائی دور بلا شبہ سندھ کی تاریخی شناخت اور علاقائی اہمیت کو ایک نیا رخ دیتا ہے۔

References

- Lambrick, H. T. (1973). *Sindh before the Muslim conquest*. Cambridge University Press.
- Panhwar, M. H. (1983). *Research papers on the ancient history of Sindh*. Hyderabad: Sindh Development Studies Center.
- Panhwar, M. H. (n.d.). *Piraiti Sindh Katha* (pp. 125–126).
- *Cambridge History of India* (Scythian and Parthian Periods).

سندھ میں پارتھیا حکومت:
ایک تحقیقی جائزہ

تعارف

سندھ کی قدیم تاریخ میں موریہ، سیتھیائی اور پارتھیا ادوار بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان ادوار میں سیاسی تبدیلیاں، تجارتی سرگرمیاں اور ثقافتی امتزاج نے سندھ کو قدیم دنیا کے اہم مراکز میں شامل کیا۔ ایم۔ ایچ۔ پنہور اور ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک کی تحقیق کے ساتھ ساتھ عالمی ماخذات جیسے *Periplus of the Erythraean Sea* اور جدید آثارِ قدیمہ کے نتائج سندھ کے پارتھیا دور کے بارے میں مزید تفصیل فراہم کرتے ہیں۔

پارتھیا دور کا پس منظر

- پارتھیا سلطنت (247 ق۔م – 224 عیسوی) ایران سے ابھری اور روم کے مقابلے میں ایک عالمی طاقت بنی۔
- اس کے زیرِ اثر **انڈو-پارتھیا بادشاہت (19–226 عیسوی)** وجود میں آئی، جس کا سب سے اہم حکمران گونڈوفیرس تھا۔
- سندھ وادی، گندھارا اور آرکوسیا اس سلطنت کا حصہ بنے، جہاں سیاسی اور تجارتی تبدیلیاں آئیں۔

گونڈوفیرس کی حکمرانی

- گونڈوفیرس (Gondophares I) نے 19–46 عیسوی کے درمیان حکومت کی۔

- اس نے ٹیکسلا، گندھارا اور سندھ وادی پر براہِ راست حکمرانی قائم کی۔
- اس کے دور میں **گندھارا آرٹ اور بدھ مت** کو فروغ ملا، جو ہیلینسٹک، پارتھین اور ہندوستانی ثقافتوں کے امتزاج کا نتیجہ تھا۔
- سکّوں اور کتبوں سے اس کی حکمرانی کے ثبوت ملتے ہیں، جو سندھ کے تاریخی تسلسل کو واضح کرتے ہیں۔

باربریکون بندرگاہ اور عالمی تجارت

- باربریکون (بھنبھور) سندھ کی اہم بندرگاہ تھی، جو روم، عرب اور ہندوستان کے ساتھ تجارت کا مرکز تھی۔
- *Periplus of the Erythraean Sea* میں باربریکون کو ایک اہم تجارتی مرکز کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔
- یہاں سے **کپاس کے کپڑے، اناج، تل کا تیل اور مصالحے** برآمد ہوتے تھے، جبکہ روم سے شیشے، دھاتیں اور شراب درآمد کی جاتی تھیں۔
- مینا نگر سندھ کا اندرونی تجارتی مرکز تھا، جہاں سے کپاس کے کپڑے باریگازا کو برآمد کیے جاتے تھے۔

معاشی اور ثقافتی اہمیت

- سندھ زرخیری کی وجہ سے اناج، چاول، تل کا تیل اور کپاس کی پیداوار میں مشہور تھا۔
- بڑے بڑے مویشیوں کے ریوڑ اور مضبوط جسامت والے لوگ غیر ملکی ماخذات میں بیان کیے گئے ہیں۔
- گندھارا آرٹ اور بدھ مت کے فروغ کے ساتھ سندھ وادی ایک عالمی ثقافتی مرکز بن گئی۔
- سکندر اعظم کے حملے کی یادگاریں، قدیم مندر اور فوجی چھاؤنیاں آج بھی موجود ہیں، جو سندھ کی قدامت اور ثقافتی تسلسل کا ثبوت ہیں۔

نتیجہ

- موریہ دور میں سیاسی استحکام اور بدھ مت کی تبلیغ ہوئی۔
- سیتھیائی دور میں یونانی سلطنتوں کا خاتمہ اور نئے قبائل کا ظہور ہوا۔
- پارتھیا دور میں سندھ عالمی تجارت کا مرکز بنا، جہاں باربریکون جیسی بندرگاہیں روم اور عرب سے جڑی ہوئی تھیں۔
- عالمی ماخذات سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھ نہ صرف علاقائی سیاست کا مرکز تھا بلکہ قدیم دنیا کے تجارتی اور ثقافتی نیٹ ورک میں ایک اہم کڑی کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔

References

- Panhwar, M.H. *Piraiti Sindh Katha*, pp. 127–128.
- Lambrick, H.T. *Sindh: Before the Muslim Conquest*, pp. 189, 193, 197, 198, 201, 203.
- *Periplus of the Erythraean Sea* (1st century CE).
- Wikipedia: Gondophares, Indo-Parthian Kingdom, Barbarikon.
- Narain, A.K. *The Indo-Greeks*. Oxford, 1957.
- Dani, A.H. *History of Pakistan: Pakistan through Ages*. Islamabad, 1986.

کشان دور اور سندھ میں ان کی حکمرانی

ایک تحقیقی مطالعہ

تعارف

کشان خاندان، جسے بعض اوقات ’یوچی خاندان‘ اور کبھی ’ہن‘ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، پہلی صدی عیسوی میں جنوبی ایشیا میں اہم سیاسی اور ثقافتی اثر رکھتا تھا۔ یوچی قوم تقریباً 165 ق۔م میں چین کے کاسوا علاقے سے نکل کر ترکستان کے راستے بلخ، کابل اور جنوبی ایشیا کے کچھ حصوں پر قابض ہوئی (*جنت السند، ص 47-48*)۔
کشان سلطنت کا دور مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے بھی دلچسپ تھا، کیونکہ انہوں نے بہت جلد بدھ مت اختیار کیا اور اسے سلطنت کا سرکاری مذہب بنایا۔

کشان سلطنت کا قیام اور توسیع

سن 78 عیسوی میں یوچی راجہ کنشک نے اپنی سلطنت کو وسعت دی، جس میں شامل تھے:

- کشمیر
- یارقند اور کاشغر
- قندھار اور سندھ
- نربدا ندی تک کے علاقے

ایم۔ ایچ۔ پنہور کے مطابق، سندھ میں کشان دور کا عرصہ 65 عیسوی سے 283 عیسوی تک رہا (*Sindh: A Chronological Dictionary*, ص *107-102*)۔
کنشک یوچی قبائل میں سے ایک قبیلے کا سردار تھا، جس نے پارتھیوں کے ساتھ طویل جنگیں لڑ کر انہیں ختم کیا (*Sindh: Before the Muslim Conquest*, ص *206*)۔ اس کی حکمرانی کے دوران چین سے کاشغر اور یارقند تک اور شمالی سندھ کے کئی علاقوں پر قبضہ رہا۔

سندھ اور شمالی ہندوستان میں کشان حکمرانی

کنشک کے بعد ہوویشک اور واسدیوا حکمران ہوئے، جو کابل، کشمیر اور جمنا کے کنارے تک حکومت کرتے رہے۔ آر۔ ڈی۔ بینرجی کی کھدائیوں میں موہنجو دڑو اور لاڑکانہ کے جھکر دڑو سے ہوویشک اور واسدیوا کے سکّے ملے، جن کی بڑی تعداد کشان دور میں ان کے معاشی اور

سیاسی اثر کا ثبوت ہے (*Sindh: Before the Muslim Conquest*, ص 206-209)۔

کنشک اور اس کے جانشینوں کے قبضے شمالی سندھ میں دو صدیوں تک قائم رہے، جو سندھ کی تاریخ میں کشان دور کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

کشان سلطنت کا زوال اور ساکا کا اُبھار

کنشک کی وفات کے بعد، دوسری صدی عیسوی میں ساکا سرداروں نے دوبارہ مغربی ہندوستان میں شاہی حیثیت حاصل کی۔ ان کے القاب میں ’کشتریہ‘ اور ’مہاکشتریہ‘ شامل تھے، جو مغربی والین خاندان سے تعلق رکھتے تھے (*Sindh: Before the Muslim Conquest*, ص 210-211)۔

130 عیسوی کے قریب چیستنہ مالوا کا حکمران بنا، جبکہ اس کا پوتا رودرادمن بھی بادشاہ رہا۔ رودرادمن کے دور میں گجرات، مالوا، وسطی اور جنوبی مغربی راجپوتانہ، کاٹھیاواڑ، کَچھ اور سندھ و سوویر کے علاقے اس کی سلطنت میں شامل تھے۔

اگرچہ یہ درست طور پر معلوم نہیں کہ زیریں سندھ کتنے عرصے تک ساکا سرداروں کے زیرِ حکمرانی رہا، لیکن موجودہ آثار اور سکّے ان علاقوں میں ان کے اثر کو ظاہر کرتے ہیں۔

ثقافت، مذہبی اثرات اور آثار

کشان دور میں سندھ اور شمالی ہندوستان میں ثقافتی، مذہبی اور اقتصادی سرگرمیاں عروج پر رہیں:

1. **مذہبی اثرات:** کشان خاندان کے دور میں بدھ مت کا اثر بڑھا، اور اس دور کے سکّے اس حقیقت کے شاہکار ہیں۔
2. **اقتصادی سرگرمیاں:** سکّوں کی بڑی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کہ تجارتی سرگرمیاں وسیع پیمانے پر موجود تھیں۔
3. **ثقافتی تبادلہ:** چین سے کاشغر اور یارقند تک کشان سلطنت کے علاقے ہونے کی وجہ سے ثقافتی تبادلے کے مواقع بڑھے۔

نتیجہ

کشان خاندان نے سندھ اور شمالی ہندوستان میں ایک مضبوط سیاسی، فوجی اور ثقافتی اثر چھوڑا۔ کنشک اور اس کے جانشینوں کے قبضے، جنگیں اور سکّے سندھ کی تاریخ میں ایک اہم دور کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بعد میں ساکا سرداروں کا اُبھار بھی علاقائی سیاست میں مسلسل تبدیلی کا سبب بنا۔ کشان دور سندھ کی قدیم تاریخ اور ثقافت کا ایک اہم باب ہے، جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

References

1. *Jannat al-Sindh*, pp. 47–48
2. M.H. Panhwar, *Sindh: A Chronological Dictionary*, pp. 102–107
3. *Sindh: Before the Muslim Conquest*, pp. 206–211
4. R.D. Banerji, *Excavations at Mohenjo-daro*

ساسانی دور اور سندھ

ایک تحقیقی اور تاریخی جائزہ

تعارف

ساسانی خاندان ایران کی تاریخ کا ایک عظیم اور طاقتور سلسلہ تھا، جس نے 226 عیسوی سے 652 عیسوی تک ایران پر حکمرانی کی۔ اس خاندان کا بانی اردشیر تھا، جبکہ آخری بادشاہ یزدگرد سوم تھا۔ سر پرسی سائکس کے مطابق، ہخامنشی حکمرانوں کے بعد ساسانی بادشاہوں نے ہی حقیقی معنوں میں ایرانی قوم کو قومی شناخت دی، ملک کو جغرافیائی وحدت بخشی، اور چھوٹی ریاستوں کے بجائے ایک مضبوط اور پائیدار بادشاہت قائم کی۔
(*History of Persia*, جلد اول، ص 391)

سندھ اور ساسانی بادشاہت کا تعلق صرف سفارتی نہ تھا، بلکہ سیاسی، فوجی اور ثقافتی نوعیت کا بھی تھا، جو تقریباً دو صدیوں پر محیط نظر آتا ہے۔

سندھ اور ساسانی تعلقات کا تاریخی پس منظر

نامور محقق ایم۔ ایچ۔ پنھور کے مطابق، سندھ اور ساسانی بادشاہوں کا تعلق 283 عیسوی سے 499 عیسوی تک رہا۔ اس طرح سندھ اور ساسانی خاندان کا رشتہ دو صدیوں سے زیادہ عرصے پر محیط تھا۔

(*Sindh: A Chronological Dictionary*, انگریزی)

مقبول بیگ بدخشانی نے اپنی کتاب *تاریخ ایران* (جلد اول) میں ساسانی بادشاہوں کی سندھ وادی کی طرف پیش قدمی، ہندوستان سے ان کے تعلقات اور سیاسی حکمت عملی پر تفصیلی بحث کی ہے۔

اردشیر، شاپور اور سندھ

پروفیسر مقبول بیگ کے مطابق، ساسانی خاندان کے بانی اردشیر نے ہندوستان کے کشان بادشاہ سے وفاداری کے اعلان کا مطالبہ کیا۔ ہندوستان کے حکمران نے ایرانی دربار میں سفیر اور تحائف بھیجے، جس پر اردشیر خوش ہوا۔

ساسانی بادشاہ شاپور اعظم (309–379 عیسوی) نے ہن قبائل کو شکست دے کر مطیع کیا۔ اس کے بعد اس نے ہندوستان اور سندھ کے حکمرانوں سے خراج کا مطالبہ کیا۔ دونوں ملکوں نے سفیر بھیجے، اطاعت قبول کی اور تحائف پیش کیے۔
(*تاریخ ایران*, جلد اول)

بہرام گور اور سندھ

ساسانی بادشاہ بہرام گور (420–440 عیسوی) کے دور میں سندھ اور ایران کے تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔ بہرام گور نے ہندوستان (سندھ) کی طرف لشکر کشی کی، جہاں سندھ کے حکمران نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سندھ اور ہندوستان ہن قبائل سے سخت تنگ تھے، جنہیں بہرام گور نے شکست دی۔

اس دور میں:

- مکران کے کچھ علاقے ایران کے حوالے کیے گئے۔
- سندھ کے راجہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ بہرام گور سے کیا

(*تاریخ ایران*, جلد اول، ص 335، 336، 396، 417، 418)

ڈاکٹر لیمبرک کی رائے

ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک نے ساسانی خاندان اور سندھ کے تعلقات پر کثیر جہتی تجزیہ کیا ہے۔ ان کے مطابق:

- اردشیر اور بہرام دوم (275–282 عیسوی) نے سندھ کی طرف پیش قدمی کی
- خراج وصول کیا گیا

- سندھ کے کچھ علاقے براہِ راست ایران کے ماتحت رہے۔

لیمبرک کے مطابق، سندھ کا علاقہ تقریباً چوتھی صدی عیسوی کے وسط تک ایران کے اثر میں رہا۔ (*Sindh: Before the Muslim Conquest*, ص 209–212)

آثار قدیمہ اور ساسانی اثرات

لیمبرک اور دیگر محققین کے مطابق، پانچویں صدی عیسوی کے پہلے نصف میں شمال مغربی ہندوستان اور سندھ پر دوبارہ ایرانی اثر غالب ہوا۔ اس کے ثبوت یہ ہیں:

1. جھوکر ڈرے سے ملنے والے مٹی کے برتن، جن پر کی گئی نقش و نگاری ساسانی فن سے مشابہت رکھتی ہے۔
2. لاڑکانہ کے قریب ملنے والے ساسانی سونے کے سکے، جو خاص طور پر سندھ کے لیے بنے ہوئے نظر آتے ہیں
3. یہ سکے کسی اور علاقے سے نہیں ملے

(لیمبرک، ص 211–214)

نوشیروان عادل اور سندھ

ساسانی خاندان کا آخری عظیم بادشاہ خسرو اول نوشیروان عادل (531–578 عیسوی) تھا۔ اس کے دور میں سندھ پر ایرانی حکمرانی کے واضح آثار ملتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق، نوشیروان خود سندھ (ہند) آیا تھا۔ لیمبرک لکھتا ہے:
“سندھ دریا کے کنارے دو میل تک گھوڑے، ہاتھی، قیمتی کپڑے اور سکے نظر آ رہے تھے۔ بڑے لوگ وفاداری کے ساتھ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اور اطاعت پیش کی۔”
(ص 217)

لیمبرک کا خیال ہے کہ سندھ کا رائے خاندان شاید نوشیروان کے خراج گزار کے طور پر شروع ہوا ہو۔

سندھ کی نیم خودمختاری

راورٹی لکھتا ہے:
“سندھ براہِ راست ایران کے ماتحت نہ تھا، لیکن یہاں کے حکمران شاہِ ایران کی بالادستی مانتے تھے اور نام کے طور پر خراج دیتے تھے۔”
(لیمبرک، ص 217–218)

ثقافتی، لسانی اور تعمیری اثرات

ساسانی دور میں سندھ پر درج ذیل اثرات مرتب ہوئے:

- ایرانی زبان اور رسم الخط کے اثرات
- مذہبی اور فکری رجحانات
- فنِ تعمیر اور شہری منصوبہ بندی

رنی کوٹ (ضلع جامشورو) کے بارے میں کئی علما، جیسے سائیں جی۔ ایم۔ سید، کرنل رشید اور دیگر کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر ساسانی دور سے متعلق ہو سکتی ہے، اگرچہ اس بارے میں اختلاف موجود ہے۔

نتیجہ

ساسانی دور میں سندھ اور ایران کے تعلقات سیاسی، فوجی، ثقافتی اور تہذیبی نوعیت کے تھے۔ ساسانی بادشاہوں کے اثر کے تحت سندھ صرف ایک سرحدی علاقہ نہ تھا، بلکہ ایک اہم حکمتِ عملی والا خطہ تھا۔ آثار قدیمہ، سکے، فنِ تعمیر اور تاریخی حوالے جات ثابت کرتے ہیں کہ سندھ پر ساسانی تہذیب کے گہرے نقوش موجود تھے، جو آج بھی تحقیق کے لیے اہم مواد فراہم کرتے ہیں۔

References

1. Sir Percy Sykes, *History of Persia*, Vol. I, p. 391
2. M.H. Panhwar, *Sindh: A Chronological Dictionary*, English
3. Maqbool Beg Badakhshani, *History of Iran*, Vol. I
4. H.T. Lambrick, *Sindh: Before the Muslim Conquest*, pp. 209–218
5. Raverty, cited in Lambrick

سندھ میں رائے خاندان کی حکومت

تعارف

ساسانی بادشاہت کی کمزوری اور سندھ سے ان کی تدریجی دوری نے سندھ وادی میں ایک دیسی اور مقامی حکمران خاندان کے ابھرنے کے لیے سازگار حالات پیدا کیے۔ اگرچہ ساسانیوں نے تقریباً دو صدیوں تک سندھ پر وقتاً فوقتاً حملے کیے، لوٹ مار کی اور سیاسی دباؤ ڈالا، لیکن اس سارے عرصے میں سندھ کا مقامی اقتدار زیادہ تر یہاں کے لوگوں کے ہاتھ میں رہا۔ اسی تاریخی پس منظر سے رائے خاندان کی حکومت وجود میں آئی، جو اسلام سے پہلے سندھ کی آخری بڑی دیسی بادشاہت تھی۔

رائے خاندان کی نسلی شناخت

مورخین کے مطابق، اسلام سے پہلے برصغیر کے لوگ نسلی لحاظ سے دو بڑے گروہوں میں تقسیم تھے:

1. سورج ونسی
2. چندر ونسی

رائے خاندان کا تعلق چندر ونسی نسل سے تھا۔ چندر ونسی حکمرانوں نے دکن، گجرات، سندھ، بلوچستان، زابلستان اور کابل تک حکومتیں قائم کی تھیں۔ چندر ونسی خاندانوں میں سے "یادو" سندھ کے حکمران تھے، جنہیں تاریخ میں "رائے"

کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔
(*جنت السند، ص 69*)

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ رائے خاندان سندھ کے سما تھے۔

تاریخی ذرائع کی کمی اور اختلاف

رائے خاندان کے زمانے کے بارے میں مورخین میں واضح اختلاف موجود ہے۔

- ایلیٹ (Elliot)، جس نے انیسویں صدی میں ہند و سندھ کے دیسی ماخذوں کی بنیاد پر تاریخ مرتب کی، رائے خاندان کے بارے میں خاموش ہے۔
- رچرڈ برٹن لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی فتح سے پہلے سندھ کی تاریخ زیادہ تر داستانوں پر مبنی ہے، سوائے چند جزوی واقعات کے۔

برٹن کے مطابق، مسلم مورخین کی روایات کے مطابق، رائے خاندان کے پانچ حکمران الور (اروڑ) سے تقریباً 140 برس سکون اور سلامتی کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں آخری رائے، رائے سہاسی دوم، بے اولاد فوت ہوا اور اس کی بیوی نے اقتدار چچ کے حوالے کیا۔
(*سندھ اور سندھ وادی میں بسنے والی قومیں، ص 13–14*)

رائے خاندان کے بارے میں اہم ماخذ

چچ نامہ
سندھ کے بارے میں پہلا منظم تاریخی کتاب "چچ

نامہ" ہے، جو علی بن حامد کوفی نے لکھی۔ اس کتاب میں رائے خاندان کے تین راجاؤں کا ذکر ہے:

- رائے سہاسی (اول)
- رائے سہیرس (دوم)
- رائے سہاسی (دوم)

چچ نامہ کے مطابق، ان کا تخت گاہ اروڑ (الور) تھا، جو سندھ دریا کے کنارے ایک خوبصورت اور خوشحال شہر تھا۔
(*چچ نامہ، ص 21–24*)

تحفة الکرام
میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے اپنی کتاب *تحفة الکرام* میں رائے خاندان کے پانچ بادشاہوں کے نام دیے ہیں:

1. رائے دیواج (دیاتچ)
2. رائے سہیرس (اول)
3. رائے سہاسی (اول)
4. رائے سہیرس (دوم)
5. رائے سہاسی (دوم)
(*تحفة الکرام، ص 9–10*)

آج محققین اس بات پر متفق ہیں کہ رائے خاندان کے پانچوں بادشاہ سندھ پر حکمران رہے۔

رائے خاندان کے دورِ حکومت کے بارے میں جدید تحقیق

مختلف محققین کی آراء درج ذیل ہیں:

- مولائی شیدائی: 450 ع – 662 ع
- مولائی شیدائی (دوسری رائے): 450 ع – 643 ع
- ایم۔ ایچ۔ پنھور: 500 ع – 640 ع
- ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک: 550 ع – 644 ع

ڈاکٹر لیمبرک کی رائے زیادہ منطقی لگتی ہے، کیونکہ وہ رائے خاندان کو ساسانی بادشاہ نوشیروان عادل (531–579 ع) کا ابتدائی خراج گزار سمجھتے ہیں، جس کے بعد ساسانی کمزوری کے سبب رائے خاندان نے خودمختاری اختیار کی۔
(*Sindh: Before the Muslim Conquest*)

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیق کے مطابق، آخری رائے 32 ہجری / 652 ع میں فوت ہوا، جس کے بعد برہمن خاندان اقتدار میں آیا۔
(*ممتاز مرزا: سندھ صدین کان، ص 453*)

اس حساب سے رائے خاندان نے تقریباً 102 سال سندھ پر حکمرانی کی۔

تخت گاہ اروڑ اور سلطنت کا ڈھانچہ

رائے خاندان کا تخت گاہ اروڑ تھا، جو روہڑی کے جنوب مشرق میں سندھ دریا کے کنارے آباد تھا۔ چچ نامہ کے مطابق، اروڑ ایک شاندار شہر تھا، جہاں عمارتیں، باغات، نہریں، چراگاہیں اور گلکاری تھیں۔
(*چچ نامہ، ص 21*)

رائے سلطنت کی حدود:

- مشرق/شمال: کشمیر
- مغرب: مکران
- جنوب: سمندر اور دیبل
- شمال/مغرب: کرد کے پہاڑ اور کیکانان

انتظامی طور پر ملک کو چار پرگنوں میں تقسیم کیا گیا:

1. برہمن آباد
2. سیوستان (سیوهڻ)
3. اسکلندہ (اُچ)
4. ملتان

(چچ نامہ، ص 21–23)

رائے خاندان کے حکمران

رائے دیواج (دیاتچ)
رائے خاندان کا پہلا بادشاہ، جس نے تقریباً 550 ع کے قریب حکومت شروع کی۔ ساسانی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر سلطنت کو بڑھایا۔ میر قانع کے مطابق، وہ شاندار، انصاف پسند اور تمام ہندوستانی بادشاہوں کے نزدیک معزز تھا۔
(تحفة الکرام، ص 9)

رائے سہیرس (اول)
دوسرا بادشاہ، جس نے والد کے نقش قدم پر حکومت کی۔ اس کے دور کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔
(تحفة الکرام، ص 9–10)

رائے سہا سی (اول)
تیسرا بادشاہ، جس نے اروڑ میں شان سے حکومت

کیے انتظام اور روایات کو برقرار رکھا۔
(تحفۃ الکرام، ص 10)

رائے سہیرس (دوم)
چوتھا بادشاہ، عادل، بہادر اور فوجی تیاری پر زور دینے والا حکمران۔ نیمروز (سیستان) کے حکمران سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوا۔
(چچ نامہ، ص 23)

جدید تحقیق کے مطابق، یہ واقعہ 626 ع / 4 ہجری میں پیش آیا۔
(ممتاز مرزا، سندھ صدین کان)

رائے سہا سی (دوم)
آخری رائے بادشاہ۔ والد کی شہادت کے بعد حکومت سنبھالی۔ اس کے دور میں سندھ مزید مضبوط ہوا۔ اس دور میں سندھُو سنبت کیلنڈر جاری ہوا۔
(چچ نامہ، ص 24)

رائے خاندان کا خاتمہ

رائے سہا سی (دوم) کے دور میں درباری برہمن چچ نے آہستہ آہستہ اقتدار میں اثر و رسوخ حاصل کیا۔ رانی سونہ دیوی کے تعاون سے، رائے سہا سی کی وفات پر چچ نے اقتدار حاصل کر لیا اور یوں رائے خاندان کا خاتمہ ہوا۔
(تحفۃ الکرام، ص 11–12)

نتیجہ

رائے خاندان سندھ کی تاریخ میں ایک نہایت اہم دیسی حکمران سلسلہ تھا، جس نے:

- سندھ کو سیاسی وحدت بخشی
- مضبوط انتظامی نظام قائم کیا
- بدھ مت کو سرکاری سرپرستی دی

چچ کے اقتدار کے ساتھ بدھ مت کا زوال اور ہندو دھرم کا زور شروع ہوا۔ رائے خاندان، اسلام سے پہلے سندھ کی آخری قومی بادشاہت کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

References

1. Ali bin Hamid Kufi, *Chach Nama*, Sindhi translation
2. Mir Ali Sher Qan‘ai, *Tuhfat al-Kiram*
3. Molai Shidayi, *Jannat al-Sindh*
4. H.T. Lambrick, *Sindh: Before the Muslim Conquest*
5. M.H. Panhwar, *Sindh: A Chronological Dictionary*
6. Mumtaz Mirza, *Sindh for Centuries*

سندھ پر برہمن حکمرانی:
ایک تحقیقی جائزہ

خلاصہ

یہ تحقیقی مقالہ سندھ پر برہمن خاندان کی
حکمرانی (642ء – 712ء) کا تفصیلی جائزہ پیش

کرتا ہے۔ اس دور میں سیاسی استحکام، مذہبی پالیسیوں اور انتظامی ڈھانچے میں اہم تبدیلیاں آئیں۔ چچ کے اقتدار میں آنے سے برہمن خاندان کی بنیاد رکھی گئی، اور برہمن مت کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی۔ اس تحقیق میں چچ، چندر اور راجا داہر کی حکمرانی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ خاص طور پر راجا داہر کے دور میں عربوں کے ساتھ ہونے والی جنگوں اور محمد بن قاسم کی کامیاب مہم (712ء) کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی تقسیم، سیاسی کمزوری، سماجی اختلافات اور بیرونی فوجی دباؤ برہمن خاندان کے زوال کے اہم اسباب تھے۔

تعارف

سندھ کی تاریخ میں برہمن خاندان کا دور ایک اہم عبوری مرحلہ ہے، جو رائے خاندان کے بعد شروع ہوا اور عربوں کی فتح تک جاری رہا۔ اس دور میں سندھ نہ صرف سیاسی طور پر منظم ہوا بلکہ مذہبی پالیسیوں کے باعث سماجی ڈھانچے میں بھی تبدیلیاں آئیں (Kufi, trans., n.d.; Quddusi, 2004).

تاریخی پس منظر

- برہمن خاندان کی بنیاد **چچ آف اروڑ** نے رکھی، جو رائے سہاسی ثانی کے دربار میں

وزیر تھا۔ سہاسی کی وفات کے بعد، چچ نے اس کی بیوہ سے شادی کی اور تخت پر بیٹھ کر رائے خاندان کا خاتمہ کیا (Kufi, trans., n.d.).

- چچ نے اپنی حکمتِ عملی سے مقامی سرداروں کو شکست دی، اروڑ کو مضبوط کیا اور پنجاب، بلوچستان اور ملتان تک اثر و رسوخ بڑھایا (Rashdi, 1971).

سیاسی ڈھانچہ اور حکمرانی

- **چچ (642–671ء):** انتظامی ڈھانچے کو منظم کیا، فوجی طاقت بڑھائی اور سرحدی علاقوں پر کنٹرول قائم کیا۔
- **چندر (671–679ء):** استحکام برقرار رکھا، لیکن سیاسی اثر زیادہ نہ بڑھا سکا۔
- **راجا داہر (695–712ء):** آخری حکمران، جس کے دور میں عربوں کے ساتھ تنازعات بڑھے اور مقامی بغاوتیں ہوئیں (Hitti, 2002).

مذہبی پالیسیوں

- **بدھ مت کا زوال:** رائے خاندان کے دور میں بدھ مت کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی، لیکن برہمن خاندان میں اس کا اثر کم ہوگیا۔

- **برہمن مت کی سرپرستی:** برہمن مت کو ریاستی سطح پر فروغ ملا، جس سے سماجی تقسیم بڑھی اور سیاسی کمزوری پیدا ہوئی (Pathan, n.d.; Quddusi, 2004).

راجا داہر کی حکمرانی (Reign of Raja Dahir)

راجا داہر کے دور میں عربوں کے ساتھ تنازعات بڑھ گئے۔ اس کی حکمرانی میں مقامی اختلافات، جٹ قبائل کی بغاوت اور مذہبی تقسیم میں اضافہ ہوا۔ داہر کی حکمتِ عملی کے باوجود، عربوں کی فوجی طاقت اور منظم منصوبہ بندی کو روکنا مشکل ہوگیا (Hitti, 2002).

عربوں کی یلغار اور زوال

- عربوں کی یلغار کا ایک سبب سندھ کے ساحل پر بحری قزاقوں کا حملہ تھا، جس میں سری لنکا سے خلیفہ کے لیے بھیجے گئے تحائف لوٹ لیے گئے۔
- محمد بن قاسم (711–712ء) نے ایک منظم فوجی مہم چلائی، جس میں دیبل اور اروڑ پر بڑی جنگیں ہوئیں۔
- **جنگِ اروڑ (712ء):** راجا داہر قتل ہوا اور سندھ اموی خلافت کا حصہ بن گیا (Kufi, trans., n.d.; Hitti, 2002).

زوال کے اسباب

1. مذہبی پالیسیوں کے باعث سماجی تقسیم۔
2. سیاسی عدم استحکام اور کمزور قیادت۔
3. عربوں کی فوجی حکمتِ عملی اور ٹیکنالوجی کی برتری۔
4. مقامی اختلافات اور بغاوتیں۔
5. عربوں کے سمندری تجارت پر کنٹرول کے باعث معاشی دباؤ۔

نتیجہ

برہمن خاندان سندھ کی تاریخ میں ایک اہم دور کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس دور کے زوال کے ساتھ سندھ میں اسلامی دور کا آغاز ہوا، جس نے خطے کی سیاسی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ کو نیا رخ دیا۔

References

- Hitti, P. K. (2002). *History of the Arabs*. London: Macmillan.
- Kufi, A. (Trans.). (n.d.). *Chach Nama*.
- Pathan, M. H. (n.d.). *Arab Rule in Sindh*.

- Quddusi, I. H. (2004). *Tarikh-e-Sindh* (Vol. 1). Lahore: Urdu Science Board.
- Rashdi, H. D. (1971). *Tuhfat al-Kiram*. Hyderabad: Sindhi Adabi Board.
- Eaton, R. M. (1993). *The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204–1760*. Berkeley: University of California Press.
- MacLean, D. (1989). *Religion and Society in Arab Sind*. Leiden: Brill.

کیا سندھی سمندر کا منہ دیکھنا بھی مکروہ سمجھتے تھے؟

کچھ عرصے قبل کراچی میں سندھ کی فن، ادب اور ثقافت کی ترقی کے لیے قائم ایک ادارے کے سربراہ نے سندھی لوگوں پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ *”سندھیوں نے کبھی سمندر دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ جامشورو سے آگے نکلے ہی نہیں تھے۔ انہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ سندھ کراچی تک ہے۔“*

سندھیوں کے خلاف یہ نفرت آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ پاکستان کے قیام سے ہی ایک قبضہ گیر ٹولہ مسلسل سندھی قوم کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ آج سے 38 سال قبل پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ اور پیپلز پارٹی کے رہنما حنیف رامی نے سندھیوں کے خلاف نفرت انگیزی کے لیے ایک کتاب **"پنجاب**

کا مقدمہ" لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے سندھیوں کو سول ملازمتوں سے دور رکھنے کا ایک گھڑا گھڑایا جواز پیش کیا۔ کتاب کے صفحے 33 پر رامی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگر کسی سندھی مسلمان کا تبادلہ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ہو جاتا تھا تو اس کے گھر میں کہرام مچ جاتا اور یہ سمجھا جاتا کہ وہ پردیس جا رہا ہے۔ سندھی عقیدے کی حد تک اس بات پر قائل تھے کہ دریا پار کرنا اور سمندر کا سفر اختیار کرنا ان کے لیے نحوست کا باعث بنے گا۔"

سندھ سے نفرت کرنے والے اس ٹولے کی عقل کا اندازہ کیجیے، جس قوم کے بیڑے اور جہاز آج سے 5000 سال قبل سندھ تہذیب کے دور میں عراق اور مصر تک پہنچے، جس قوم کا صدیوں سے کاروبار دریائی اور سمندری راستوں سے دنیا کے دور دراز ملکوں تک پھیلا ہوا تھا، جس قوم کے سندھی ورکر سمندر پار کر کے یورپی قوموں کے عروج سے پہلے دنیا کی تجارت پر قابض تھے، جس قوم کے لوگ آج بھی دنیا کے کونے کونے میں تجارت کر رہے ہیں، وہ قوم اچانک ایسی بدل گئی کہ اس کے لیے دریا اور سمندر دیکھنا ہی مکروہ ہو گیا! ہم رامی صاحب کو اس ریکارڈ ساز جھوٹ پر مبارکباد دیتے ہیں۔

ہماری سندھی زبان میں آج بھی لفظ *میر بحر* اس بات کی گواہی ہے کہ سندھ کے لوگ *بحر* یعنی سمندر کے میر تھے، اس کے بے تاج بادشاہ تھے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کا *سر سامونڈی*

کوئی خواب یا خیالی کہانی نہیں ہے کہ جو انہوں نے سمندر دیکھے بغیر سو میل دور بیٹھ کر لکھ دیا ہو۔ شاہ لطیف نے اپنے رسالے میں جن ماہی گیروں، جن جہازرانوں اور جن کشتی بانوں کی بیویوں کو یاد کیا ہے، کیا وہ سب کہیں اور سے اغوا کرکے یہاں لائے گئے تھے؟ جو الزام ان صاحبان نے ہم سندھیوں پر لگایا ہے، اگر وہ یوپی، سی پی یا پنجاب پر لگاتے، جن کی سرحدیں سمندر کی خوشبو سے بھی آزاد ہیں، تو کچھ نہ کچھ حقیقت کے قریب لگتا۔

کتاب "**پنجاب کا مقدمہ**" کے صفحہ 33 پر حنیف رامی صاحب، سندھی لوگوں کو کاہل، سست، کام چور اور جاہل قرار دیتے ہوئے، اپنے ہم زبان قبضہ گیروں کی تعریف کے گیت گاتے ہوئے، اپنے دل کو بہلانے کے لیے اور اپنے دل کے زخم پر جھوٹی مرہم رکھنے کے لیے لکھتے ہیں کہ:

"پنجابیوں نے ہر میدان میں ترقی اس لیے کی کہ وہ ہر جگہ رزق کمانے کے لیے تیار، مشکل سے مشکل کام کرنے کے لیے آمادہ اور ہر طرح کی دشواریوں کا مقابلہ کرنے والے تھے۔ پنجابیوں نے نہ صرف اپنے صوبے میں زراعت کو ترقی دی بلکہ سندھ اور بلوچستان جا کر وہاں کے کنوارے کھیتوں کو بھی آباد کیا۔"

اس منافق ٹولے کی تاریخ سے بیہودہ مذاق ملاحظہ کریں! جس قوم نے اس وقت اناج اگانا شروع کیا، جب دنیا میں کاشتکاری کا تصور بھی نہ تھا۔ جب دوسری قومیں ابھی ترقی کے بچپن میں تھیں، اس وقت سندھ کے لوگ 5000 سال

پہلے ہی اناج اگا رہے تھے۔ انہوں نے پہیے ایجاد کیا، ہل بنایا، بیلوں اور گھوڑوں کے ذریعے زمین جوتنا شروع کیا، دنیا کو پہلی مرتبہ کپاس سے متعارف کرایا۔ وہ سندھی اچانک ایسے نکمے اور سست ہو گئے کہ ہمارے پڑوسیوں کو ہم پر رحم آ گیا اور وہ یہاں آ کر ہمارے اجڑے کھیت آباد کرنے لگے اور ہمیں فاقہ کشی سے بچایا؟ شاید حنیف رامی سمیت اس ٹولے نے کبھی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا یا جان بوجھ کر حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم ان صاحبان سے عرض کریں گے کہ آج علم، ادب، سائنس اور تاریخ کی معلومات اتنی وسیع ہو چکی ہیں کہ کوئی بھی شخص چاہے جتنی کوشش کرے، حقیقت کو توڑ مروڑ نہیں سکتا۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ سندھ ایک زرعی ملک ہے اور یہاں کے لوگوں کا گزر بسر زیادہ تر زراعت پر ہے۔ یہاں کے لوگ ہزاروں سال سے سندھ کو زراعت میں سب سے آگے رکھتے آئے ہیں۔ یہاں کبھی قحط نہیں پڑا۔ یہاں کے لوگوں نے مشینری کے دور سے بہت پہلے سندھ کے دریا سے نہریں اور وادیاں کھود کر کھیت آباد کیے۔ جہاں نہری پانی نہ پہنچ سکتا تھا، جیسے کوہستان اور تھر میں، وہاں بارش کا پانی تالابوں میں جمع کرکے زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ آج بھی سندھ کی زمین پر لہلہاتے کھیت ہمارے محنت کش کسانوں کی محنت کا ثبوت ہیں۔ ایسے جفا کش لوگوں کو منافق ٹولہ محض ایک فتویٰ سے کاہل اور نکھٹو قرار نہیں دے سکتا۔

اس ٹولے کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر وہ سندھ میں نہ آتے تو سندھ بھوکا پیاسا اور برباد ہو گیا ہوتا۔ یہاں لوگ بھوک سے بلک بلک کر روتے اور کھیت بنجر ہو جاتے۔ سندھ کے لوگ ایسے حال کو پہنچتے کہ گھروں کو چھوڑ کر درختوں پر گھونسلا بنا کر رہتے۔ ہمیں اس منافق ٹولے کی یہ بات کتنی بیہودہ اور مضحکہ خیز لگتی ہے۔

حنیف رامی اور ان کے ٹولے کے جو احسان ہم پر ہیں، وہ ہم کیسے بھلا سکتے ہیں! رامی صاحب اور ان کے ہم قوم لوگوں کے اور بھی احسان یہ ہیں کہ جب ان کی قوم کے لوگ ہماری زمین پر نہیں آئے تھے تو سندھ میں اتنی خوشحالی تھی کہ سندھی لوگ اتنے مالدار اور خوش بخت تھے کہ دودھ مکھن بیچنا معیوب سمجھتے تھے۔ مگر جب یہ ”بھائی“ ہمیں ترقی دلانے کے لیے یہاں پہنچے تو سندھی لوگ اتنے معاشی طور پر بدحال ہو گئے کہ نہ صرف دودھ مکھن بیچنے لگے بلکہ آخرکار ان کے معصوم بچے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے جھلستی دھوپ میں پانی بیچنے پر مجبور ہو گئے۔ آج بھی آپ کراچی سے نیشنل ہائی وے پر سفر کریں تو بس اسٹاپوں پر سندھی قوم کے وہ بچے جو اسکول میں ہونے چاہییں، پانی بیچتے نظر آئیں گے۔ یہ سب احسان سندھ پر اس منافق ٹولے کے ہیں۔

سندھ اور سمندر: تاریخی حقائق اور سندھ مخالف پروپیگنڈا کا تنقیدی جائزہ

خلاصہ

اس مقالے میں اس بے بنیاد دعوے کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ سندھی لوگ تاریخی طور پر سمندر دیکھنے یا دریا پار کرنے کو "مکروہ" یا "منحوس" سمجھتے تھے۔ اس طرح کے دعوے حنیف رامی کی کتاب *پنجاب کا مقدمہ* (1987) میں ملتے ہیں، جس میں سندھیوں کو کاہل اور سمندری سرگرمیوں سے نابلد ظاہر کیا گیا ہے۔ وادئ سندھ کی تہذیب کے آثار، سندھ کے بحری تجارتی روابط، شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری میں موجود سمندری حوالہ جات، اور سندھ کی زرعی ترقی کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سندھ کی شناخت صدیوں سے دریا اور سمندر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کا پروپیگنڈا دراصل

سیاسی محرکات کے تحت کیا گیا، تاکہ سندھ کی تاریخی اور ثقافتی برتری کو مسخ کیا جا سکے۔

تعارف

تاریخی طور پر سندھ مخالف پروپیگنڈا کا مقصد ہمیشہ سندھ کی ثقافتی اور تاریخی اہمیت کو کم کرنا رہا ہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہ بیانیہ مزید شدت اختیار کر گیا جس میں سندھیوں کو "سست" اور "سمندر سے ناواقف" قرار دیا گیا۔ حنیف رامی (1987) نے اپنی کتاب *پنجاب کا مقدمہ* میں دعویٰ کیا کہ سندھی لوگ دریا یا سمندر پار کرنے کو منحوس سمجھتے تھے۔ یہ مقالہ ان دعووں کا تنقیدی مطالعہ کرتا ہے اور تاریخی و ادبی شواہد کی روشنی میں سندھ کی بحری اور زرعی برتری کو اجاگر کرتا ہے۔

تاریخی پس منظر: سندھ اور سمندری روابط

وادئ سندھ کی تہذیب (2500 قبل مسیح) کے شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ سندھ کے جہاز عرب سمندر کے راستے میسوپوٹیمیا اور مصر تک پہنچتے تھے (Possehl, 2002; Wright, 2010)۔ سندھ کے تاجروں نے عرب، افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں تجارتی نیٹ ورک قائم کیے (Goswami, 2011)۔ سندھی زبان میں "میر

بحر" اور "غوراب" جیسے الفاظ سندھ کی سمندری روایت کے گواہ ہیں۔

شاہ لطیف کی شہادت

شاہ عبداللطیف بھٹائی (1689–1752) نے اپنے رسالے میں "سر سامونڈی" کے ذریعے ملاحوں، ماہی گیروں اور ان کے منتظر عورتوں کی زندگی کو بیان کیا۔ یہ محض تخیلاتی منظر نگاری نہیں بلکہ سندھ کے معاشرے کی حقیقی عکاسی ہے (Bhittai, 2009)۔

سندھ بطور زرعی اور تجارتی مرکز

سندھ دنیا کے اُن اولین خطوں میں شامل ہے جہاں زراعت، کپاس کی پیداوار اور نہری آبپاشی کا آغاز ہوا (Possehl, 2002)۔ سندھ کے لوگوں نے دریائے سندھ سے نہریں نکال کر زمینوں کو آباد کیا اور کوہستان و تھر جیسے علاقوں میں بارش کے پانی کو ذخیرہ کر کے کاشتکاری کی۔ حنیف رامی (1987) کے برعکس سندھ کی تاریخ اس بات کا ثبوت ہے کہ سندھی محنتی اور جفاکش تھے، نہ کہ کاہل۔

پنجاب کا مقدمہ کا تنقیدی جائزہ

رامی (1987) نے سندھیوں کو "کاہل اور سست" قرار دیا اور انہیں پنجاب کے برعکس کمتر دکھایا۔ تاہم یہ مؤقف تاریخی حقائق سے انحراف پر مبنی ہے۔ سندھ کی سمندری تجارت اور زراعت کو دانستہ نظرانداز کر کے پنجاب کو برتر ظاہر کرنے کی کوشش دراصل ایک سیاسی حکمتِ عملی تھی جس کا مقصد ثقافتی بالادستی کو جائز قرار دینا تھا۔

نتیجہ

تاریخی، ادبی اور آثارِ قدیمہ کے شواہد واضح کرتے ہیں کہ سندھیوں کے لیے سمندر کبھی "مکروہ" نہ تھا، بلکہ سندھ کی تہذیب کی پہچان ہی سمندر، دریاؤں اور تجارت سے جڑی ہوئی ہے۔ *پنجاب کا مقدمہ* میں پیش کردہ بیانیہ دراصل ایک سیاسی پروپیگنڈا ہے جو تاریخی سچائی کے خلاف ہے۔ اس تنقیدی مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ کی شناخت ہمیشہ سمندری اور زرعی عظمت کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔

حوالہ جات

- Bhittai, S. A. L. (2009). *Shah Jo Risalo* (N. B. Baloch, Ed.). Jamshoro: Sindhi Adabi Board.
- Goswami, C. (2011). *The Call of the Sea: Kachchhi Traders in*

Muscat and Zanzibar c. 1800–1880. New Delhi: Orient Blackswan.

- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*. Walnut Creek, CA: AltaMira Press.
- Ramey, H. (1987). *Punjab Ka Muqaddama*. Lahore: Sang-e-Meel Publications.
- Wright, R. P. (2010). *The Ancient Indus: Urbanism, Economy, and Society*. Cambridge: Cambridge University Press.

وادئ سندھ کی تہذیب اور مصر کے درمیان تجارتی تعلقات: ایک تحقیقی جائزہ

تعارف

وادئ سندھ کی تہذیب اور قدیم مصر دنیا کی دو اہم قدیم تہذیبیں ہیں، جو تقریباً تیسرے ہزار سال قبل مسیح کے دوران عروج پر رہیں۔ دونوں تہذیبوں کے ترقی یافتہ شہری نظام، تجارتی سرگرمیاں اور ثقافتی ارتقا نے انہیں عالمی تاریخ میں نمایاں مقام دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان دونوں تہذیبوں کے درمیان براہِ راست یا بالواسطہ تجارتی روابط موجود تھے؟ یہ مضمون اسی موضوع کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔

تاریخی پس منظر

وادئ سندھ کی تہذیب کے بڑے شہر مثلاً موہنجوڈڑو اور ہڑپہ تجارت اور صنعت کے مراکز تھے، جبکہ مصر میں دریائے نیل کے کنارے پروان چڑھنے والی تہذیب اپنی زرعی اور تجارتی قوت کے لیے مشہور تھی۔ دونوں تہذیبوں کے پاس منظم سماجی اور اقتصادی نظام موجود تھے، جو تجارت کو فروغ دیتے تھے۔

تجارتی تعلقات کی نوعیت

بالواسطہ تجارت

کئی ماہرین کا خیال ہے کہ وادئ سندھ اور مصر کے درمیان تجارت زیادہ تر براہِ راست راستوں کے بجائے درمیانی علاقوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ خاص طور پر میسوپوٹیمیا (قدیم عراق) اس تجارت میں

پل کا کردار ادا کرتا تھا۔
میسوپوٹیمیا کی تحریروں میں "میلوہا" (Meluhha) کا ذکر ملتا ہے، جسے اکثر ماہرین وادئ سندھ سے جوڑتے ہیں (Possehl, 2002)۔

سمندری تجارتی راستے

وادئ سندھ کے تجارتی جہاز بحیرۂ عرب کے ذریعے خلیج فارس تک جاتے تھے، جہاں سے تجارت آگے مصر تک پہنچتی تھی۔ اس سلسلے میں لوتھال ایک اہم بندرگاہ کے طور پر جانی جاتی ہے، جہاں ایک ڈوک یارڈ (dockyard) دریافت ہوا ہے، جو سمندری تجارت کی ترقی کا ثبوت ہے (Kenoyer, 1998)۔

آثارِ قدیمہ کے ثبوت

مہر اور موتی

مصر اور قریبی علاقوں سے ایسے موتی (خصوصاً کارنیلین موتی) ملے ہیں، جو وادئ سندھ کی خاص پہچان ہیں۔ ان موتیوں کی تیاری کی ٹیکنالوجی وادئ سندھ سے مشابہت رکھتی ہے۔

دستکاری اور ڈیزائن

کچھ مصری اشیاء میں ایسے ڈیزائن ملتے ہیں جو وادئ سندھ کے فن سے مشابہ ہیں، جس سے ثقافتی روابط کا امکان ظاہر ہوتا ہے۔

درمیانی علاقوں کے ثبوت

میسوپوٹیمیا سے ملنے والی مہروں اور تجارتی ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وادئ سندھ کی اشیاء مغرب کی طرف منتقل ہوتی تھیں، جو بالآخر مصر تک پہنچتی تھیں۔

تجارتی اشیاء

وادئ سندھ سے برآمدات

- قیمتی پتھر (کارنیلین، لیپس لازولی)
- موتی اور زیورات
- کپڑا (خصوصاً کپاس)
- دھات کے اوزار

ممکنہ درآمدات

- سونا اور قیمتی دھاتیں
- مصری دستکاری کی اشیاء
- ثقافتی اثرات

تجارت کی اہمیت

اقتصادی اہمیت

تجارت نے وادئ سندھ کی شہری ترقی اور صنعتوں کو فروغ دیا۔

ثقافتی تعلقات

تجارت کے ذریعے فن، ڈیزائن اور ٹیکنالوجی کی منتقلی ہوئی۔

عالمی روابط

یہ تجارت قدیم دنیا کے درمیان تعلقات (interconnection) کی ایک اہم مثال ہے، جسے ابتدائی عالمی کاری (globalization) بھی کہا جا سکتا ہے۔

بحث

اگرچہ وادئ سندھ اور مصر کے درمیان براِ راست تجارت کے واضح ثبوت محدود ہیں، لیکن

بالواسطہ تجارت کے ثبوت کافی مضبوط ہیں۔
میسوپوٹیمیا اور خلیج فارس کے ذریعے تجارتی نیٹ ورک دونوں تہذیبوں کو جوڑتے تھے۔
اس کے علاوہ، آثارِ قدیمہ سے ملنے والا مواد دونوں تہذیبوں کے درمیان اقتصادی اور ثقافتی روابط کی تصدیق کرتا ہے۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب اور مصر کے درمیان تجارتی تعلقات زیادہ تر بالواسطہ نوعیت کے تھے، جو میسوپوٹیمیا اور سمندری راستوں کے ذریعے قائم تھے۔
یہ تعلقات نہ صرف اقتصادی اہمیت رکھتے ہیں بلکہ قدیم دنیا کی تہذیبوں کے درمیان روابط اور تعاون کی ایک اہم مثال بھی پیش کرتے ہیں۔

References

- Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley civilization*. Oxford University Press.
- McIntosh, J. (2008). *The ancient Indus Valley: New perspectives*. ABC-CLIO.
- Ratnagar, S. (2004). *Trading encounters: From the Euphrates to*

the Indus in the Bronze Age.
Oxford University Press.

وادئ سندھ کی تہذیب اور وسطی ایشیا کے ساتھ تجارتی نیٹ ورک

تعارف

وادئ سندھ کی تہذیب (Indus Valley Civilization) دنیا کی قدیم ترین شہری تہذیبوں میں سے ایک ہے، جو اپنے ترقی یافتہ شہری نظام، دستکاری اور تجارتی سرگرمیوں کے باعث مشہور ہے۔ اس تہذیب کے تجارتی تعلقات صرف جنوبی ایشیا تک محدود نہ تھے بلکہ وسطی ایشیا تک بھی پھیلے ہوئے تھے۔ یہ مضمون وادئ سندھ

اور وسطی ایشیا کے درمیان تجارتی نیٹ ورک کا تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے۔

تاریخی پس منظر

وادئ سندھ کے بڑے شہر، جیسے موہنجوڈڑو اور ہڑپہ، اقتصادی اور تجارتی سرگرمیوں کے مراکز تھے۔ دوسری طرف وسطی ایشیا کے علاقے، خصوصاً موجودہ ترکمانستان، ازبکستان اور افغانستان، قدیم دور میں تجارتی راستوں کے اہم حصے تھے۔
وسطی ایشیا میں موجود *Bactria–Margiana Archaeological Complex (BMAC)* ایک اہم تہذیبی مرکز تھا، جو وادئ سندھ کے ساتھ تجارتی اور ثقافتی تعلقات میں رہا۔

تجارتی نیٹ ورک کی نوعیت

خشکی کے راستوں کے ذریعے تجارت
وادئ سندھ کے تجارتی قافلے بلوچستان اور افغانستان کے پہاڑوں سے گزر کر وسطی ایشیا تک پہنچتے تھے۔
اس سلسلے میں *Shortugai* ایک اہم تجارتی مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے، جو وادئ سندھ کا شمالی تجارتی چوکی تھا (Kenoyer, 1998)۔

تجارتی مراکز کا کردار

وسطی ایشیا میں ایسے کئی مقامات ملے ہیں جہاں وادئ سندھ سے متعلق اشیاء ملی ہیں، مثلاً:

- Altyn Depe (ترکمانستان)

- Namazga Depe

یہ مقامات وادئ سندھ اور وسطی ایشیا کے درمیان تجارت کے اہم مراکز تھے۔

آثارِ قدیمہ کے ثبوت

مہر (Seals)

وسطی ایشیا سے وادئ سندھ طرز کی مہر ملی ہیں، جو تجارتی شناخت اور انتظامی نظام کا ثبوت ہیں۔

موتی اور زیورات (Beads and Ornaments)

عقیق کے موتی اور دیگر قیمتی پتھروں کے زیورات وسطی ایشیا کے مقامات سے ملے ہیں، جو وادئ سندھ کی خاص صنعت تھے۔

دھات کے اوزار

کانسی (Bronze) اور دیگر دھاتوں کے اوزار دونوں علاقوں میں ملے ہیں، جو ٹیکنالوجی کے تبادلے کو ظاہر کرتے ہیں۔

تجارتی اشیاء

برآمدات (Exports)

- موتی (Carnelian، Agate)
- کپڑا
- مہر
- دستکاری کی اشیاء

درآمدات (Imports)

- لاجورد (Lapis Lazuli)
- ٹِن (Tin)

- دیگر قیمتی دھاتیں

تجارت کی اہمیت

اقتصادی اثر
تجارت نے وادئ سندھ کی صنعت اور شہری ترقی کو بڑھایا۔

ثقافتی اثر
فن، ڈیزائن اور رسوم و رواج میں مشابہت پیدا ہوئی۔

ٹیکنالوجی کی منتقلی
دھات سازی اور دستکاری کی مہارتوں میں اضافہ ہوا۔

بحث

وادئ سندھ اور وسطی ایشیا کے درمیان تجارتی تعلقات ایک منظم نیٹ ورک کا حصہ تھے، جس میں خشکی کے راستے، تجارتی مراکز اور قافلے شامل تھے۔
Shortugai جیسے مقامات اس نیٹ ورک کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔
BMAC کے ساتھ تعلقات دونوں تہذیبوں کے درمیان اقتصادی اور ثقافتی روابط کو مضبوط کرتے ہیں۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب کا وسطی ایشیا کے ساتھ تجارتی نیٹ ورک ایک مضبوط اور منظم نظام پر مبنی تھا، جو خشکی کے راستوں اور تجارتی مراکز کے ذریعے چلتا تھا۔
یہ تعلقات نہ صرف اقتصادی ترقی کا سبب بنے

بلکہ ثقافتی اور ٹیکنالوجی کے تبادلوں کو بھی فروغ دیا۔

References

- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley civilization*. Oxford University Press.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.
- Kohl, P. L. (2007). *The making of Bronze Age Eurasia*. Cambridge University Press.
- Ratnagar, S. (2004). *Trading encounters: From the Euphrates to the Indus in the Bronze Age*. Oxford University Press.

وادئ سندھ کی تہذیب کے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات

تعارف

وادئ سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین اور ترقی یافتہ تہذیبوں میں سے ایک ہے، جس نے اپنے شہری نظام، صنعت اور تجارت کے باعث عالمی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس تہذیب کے تجارتی تعلقات ہمسایہ علاقوں سے آگے بڑھ کر ایران تک پھیل گئے تھے۔ ایران، جو قدیم دور میں تہذیبی اور تجارتی اعتبار سے ایک اہم مرکز تھا، وادئ سندھ کے ساتھ اقتصادی اور ثقافتی روابط میں رہا۔ یہ مضمون ان تعلقات کا تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے۔

تاریخی اور جغرافیائی پس منظر

وادئ سندھ کے بڑے شہر جیسے موہنجوڈڑو اور ہڑپہ تجارت کے اہم مراکز تھے۔

دوسری طرف ایران کے قدیم علاقے، خاص طور پر جنوبی ایران اور ایلام (Elam) کا علاقہ، تجارتی

اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز تھے۔
ایران کا جغرافیائی مقام وادئ سندھ اور میسوپوٹیمیا کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا تھا، جس کے باعث تجارتی تعلقات میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی۔

تجارتی تعلقات کی نوعیت

خشکی کے راستوں کے ذریعے تجارت
وادئ سندھ اور ایران کے درمیان تجارت زیادہ تر بلوچستان اور مکران کے علاقوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ قافلے پہاڑوں اور صحراؤں سے گزر کر ایران کے پلیٹو تک پہنچتے تھے۔

سمندری تجارت
عرب سمندر اور مکران کے ساحلی علاقوں کے ذریعے بھی تجارت ہوتی تھی۔
اس سلسلے میں بندرگاہی مقامات جیسے:

- ستکگین ڈور (Sutkagen Dor)
- سوختہ کوہ (Sokhta Koh)
- بلاکوٹ (Balakot)
یہ تمام مقامات ایران کے ساتھ تجارتی روابط میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔

آثارِ قدیمہ کے ثبوت

مہر (Seals)
ایران کے مقامات سے وادئ سندھ طرز کی مہر ملی ہیں، جو تجارتی اور انتظامی تعلقات کا اہم ثبوت ہیں۔

موتی اور زیورات (Beads and Ornaments)
عقیق کے موتی، جو وادئ سندھ کی خاص پہچان ہیں، ایران کے مختلف مقامات سے ملے ہیں۔

برتن اور دستکاری
مٹی کے برتن اور دیگر دستکاری کی اشیاء میں یکسانیت پائی جاتی ہے، جو ثقافتی روابط کو ظاہر کرتی ہے۔

ایران میں اہم آثارِ قدیمہ کے مقامات

- تپہ یحیی (Tepe Yahya)
- سوسہ (Susa)
- شاہ تپہ (Shah Tepe)

یہ مقامات وادئ سندھ کے ساتھ تجارتی تعلقات کے اہم ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

تجارتی اشیاء (Trade Commodities)
برآمدات (Exports)

- موتی (کارنیلین، عقیق)
- کپاس اور کپڑا
- مہر
- دھات کے اوزار

درآمدات (Imports)

- ٹِن (Tin)
- قیمتی پتھر
- دھاتیں

تجارت کی اہمیت

اقتصادی اثر

تجارت نے وادئ سندھ کی شہری ترقی، صنعت اور دستکاری کو فروغ دیا۔

ثقافتی اثر

فن، نقش نگاری اور طرزِ زندگی میں مشابہت پیدا ہوئی۔

علاقائی روابط

ایران وادئ سندھ اور میسوپوٹیمیا کے درمیان تجارتی پل کے طور پر کام کرتا رہا۔

بحث

وادئ سندھ اور ایران کے درمیان تجارتی تعلقات ایک منظم نیٹ ورک کا حصہ تھے، جس میں خشکی اور سمندری دونوں راستے شامل تھے۔
آثارِ قدیمہ سے ملنے والی مہر، موتی اور برتن دونوں تہذیبوں کے درمیان مضبوط روابط کو ظاہر کرتے ہیں۔
ایران کا جغرافیائی مقام اس تجارت کو مزید آسان بناتا تھا، جس کے باعث یہ علاقہ ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب اور ایران کے درمیان تجارتی تعلقات قدیم دنیا کے اہم اقتصادی نظام کا حصہ تھے۔
یہ تعلقات نہ صرف اقتصادی فائدے کے لیے اہم تھے بلکہ ثقافتی اور تکنیکی تبادلوں کو بھی فروغ دیتے تھے۔
ایران نے اس تجارتی نیٹ ورک میں پل کا کردار

ادا کیا، جس نے وادئ سندھ کو مغربی دنیا سے
جوڑ دیا۔

References

- Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley civilization*. Oxford University Press.
- Ratnagar, S. (2004). *Trading encounters: From the Euphrates to the Indus in the Bronze Age*. Oxford University Press.
- Potts, D. T. (1999). *The archaeology of Elam: Formation and transformation of an ancient Iranian state*. Cambridge University Press.
- Wright, R. P. (2010). *The ancient Indus: Urbanism, economy, and society*. Cambridge University Press.

وادئ سندھ کی تہذیب کے عراق (میسوپوٹیمیا) کے ساتھ تجارتی تعلقات

تعارف

وادئ سندھ کی تہذیب اور قدیم عراق کی تہذیب، جسے عام طور پر *میسوپوٹیمیا* کہا جاتا ہے، دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں شمار ہوتی ہیں۔ دونوں تہذیبوں کے درمیان تیسرے ہزار سال قبل مسیح کے دوران تجارتی تعلقات کے مضبوط ثبوت موجود ہیں۔
میسوپوٹیمیا کی قدیم تحریروں میں "میلوہا" (*Meluhha*) کا ذکر ملتا ہے، جسے اکثر ماہرین وادئ سندھ کے ساتھ جوڑتے ہیں (Possehl, 2002)۔

تاریخی پس منظر

وادئ سندھ کے بڑے شہر جیسے موہنجوڈڑو اور ہڑپہ تجارت اور صنعت کے مراکز تھے۔ دوسری طرف، میسوپوٹیمیا کے شہر جیسے *Ur*، *Uruk* اور *Lagash* اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے اہم تھے۔

تجارتی تعلقات کی نوعیت

براہِ راست تجارت (Direct Trade)

میسوپوٹیمیا کی تحریروں میں میلوہا کے تاجروں، مترجم (Meluhha interpreter) اور جہازوں کا ذکر ملتا ہے، جو براِ راست تجارتی تعلقات کا ثبوت ہے (Ratnagar, 2004)۔

سمندری تجارت

وادئ سندھ کے جہاز بحیرۂ عرب سے نکل کر خلیج فارس کے راستے میسوپوٹیمیا تک پہنچتے تھے۔

اس سلسلے میں *Lothal* ایک اہم بندرگاہ تھی، جہاں سے سمندری تجارت چلتی تھی (Kenoyer, 1998)۔

درمیانی ممالک کے ذریعے تجارت (Intermediate Trade)

تجارت میں *دلمون* (بحرین) اور *ماگان* (عمان) اہم درمیانی تجارتی مراکز تھے، جو وادئ سندھ اور میسوپوٹیمیا کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے تھے۔

آثارِ قدیمہ کے ثبوت

مہر (Seals)

میسوپوٹیمیا سے وادئ سندھ طرز کی مہر ملی ہیں، خاص طور پر *Ur* اور *Susa* سے، جو تجارتی تعلقات کا اہم ثبوت ہیں۔

تحریریں (Texts)

سومیری اور اکادی تحریروں میں میلوہا کے ساتھ تجارت کا ذکر ملتا ہے، جن میں تجارتی اشیاء اور جہازوں کا بیان موجود ہے۔

تجارتی بستیاں (Settlements)

کچھ ماہرین کے مطابق میسوپوٹیمیا میں وادئ سندھ کے تاجروں کی آبادیاں بھی موجود تھیں۔

تجارتی اشیاء (Trade Commodities)

وادئ سندھ سے برآمدات

- عقیق کے موتی (Carnelian beads)
- ہاتھی دانت (Ivory)
- لکڑی (خاص طور پر ساگوان/Teak)
- کپاس اور کپڑا
- مہر

میسوپوٹیمیا سے درآمدات

- چاندی (Silver)
- ٹِن (Tin)
- اون اور کپڑے
- زرعی اشیاء

تجارت کی اہمیت

اقتصادی اثر

تجارت نے وادئ سندھ اور میسوپوٹیمیا دونوں کی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

ثقافتی اثر

فن، مہروں کے ڈیزائن اور انتظامی نظام میں مشابہت پیدا ہوئی۔

بین الاقوامی تعلقات

یہ تجارت قدیم دنیا کے سب سے ترقی یافتہ بین الاقوامی تجارتی نظاموں میں سے ایک تھی۔

بحث

میسوپوٹیمیا اور وادئ سندھ کے درمیان تجارت ایک منظم اور وسیع نظام پر مبنی تھی، جس میں سمندری راستے، بندرگاہیں اور تجارتی مراکز شامل تھے۔
میلوہا کا ذکر اس بات کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

کے وادئ سندھ عالمی تجارت میں ایک اہم کردار ادا کرتی تھی۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب اور عراق (میسوپوٹیمیا) کے درمیان تجارتی تعلقات قدیم دنیا کے اہم اقتصادی اور ثقافتی روابط میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تعلقات نہ صرف اقتصادی ترقی کا باعث بنے بلکہ دونوں تہذیبوں کے درمیان ثقافتی اور تکنیکی تبادلہ بھی پیدا ہوئے۔

References

- Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient cities of the Indus Valley civilization*. Oxford University Press.
- Ratnagar, S. (2004). *Trading encounters: From the Euphrates to the Indus in the Bronze Age*. Oxford University Press.
- Crawford, H. (2001). *Sumer and the Sumerians*. Cambridge University Press.
- Potts, D. T. (1999). *The archaeology of Elam*. Cambridge University Press.

سندھی تاجروں کے عالمی نیٹ ورکس: شکارپور سے پاناما تک

تعارف

سندھ کی تجارتی تاریخ کو اکثر نوآبادیاتی دور کے بندرگاہوں یا مقامی تجارت تک محدود کر کے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم کلاڈ مارکووٹس کی تحقیق سندھی تاجروں کو عالمی تجارت کے سرگرم اور

باااثر کردار کے طور پر پیش کرتی ہے، جو اٹھارہویں صدی سے بیسویں صدی تک بخارا، کابل، بمبئی، پاناما، مالٹا اور کوبی تک اپنے تجارتی نیٹ ورکس چلاتے رہے۔ یہ مضمون ان تاجروں کے تاریخی کردار، تجارتی حکمت عملیوں اور ثقافتی شناخت کا تجزیہ کرتا ہے اور سندھ کی عالمی تجارت میں اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

شکارپور: قافلہ تجارت کا مرکز

- اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں شکارپور وسطی ایشیا کے لیے ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔
- شکارپوری تاجر بخارا، کابل اور سمرقند تک قافلہ تجارت کرتے تھے۔
- ان کا نمایاں مالیاتی طریقہ **ہنڈی نظام** تھا، جو قرض، ادائیگی اور تجارت کو آسان بناتا تھا۔
- مارکووٹس کے مطابق شکارپوری تاجر "مالیاتی تجارت کے ماہر تھے، جن کی حکمت عملی سلطنتوں کی تبدیلی سے بھی زیادہ مستحکم تھی۔"

سندھ ورکیز: بحری تجارت کے ماہر

- حیدرآباد (سندھ) کے تجارتی خاندان، جنہیں **سندھ ورکیز** کہا جاتا ہے، نے بمبئی،

مسقط، عدن، زنجبار، مالٹا، پاناما اور کوبی میں تجارتی مراکز قائم کیے۔

- ان کی تجارت میں آرائشی سامان، کپڑا، نوادرات اور ہندوستانی ثقافتی اشیاء شامل تھیں، جو یورپی منڈیوں میں فروخت کی جاتی تھیں۔
- ان کی حکمت عملی موسمی ہواؤں، ساحلی بندرگاہوں اور خاندانی نیٹ ورکس پر مبنی تھی۔
- ان کے تجارتی مراکز نہ صرف تجارت کے لیے تھے بلکہ سندھی ثقافت، زبان اور مذہبی شناخت کے تحفظ کے لیے بھی اہم کردار ادا کرتے تھے۔

تجارتی نیٹ ورکس اور ثقافتی سفارت کاری

- سندھی تاجر صرف اقتصادی سرگرمیوں میں نہیں بلکہ **ثقافتی سفیر** کے طور پر بھی سرگرم تھے۔
- پاناما، مالٹا اور کوبی میں انہوں نے دکانوں کے ساتھ مذہبی مراکز، کمیونٹی تنظیمیں اور ثقافتی میلوں کا اہتمام کیا۔
- ان اداروں نے سندھی شناخت کو محفوظ رکھا اور مقامی حالات کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر تجارت کو وسعت دی۔

تجارتی ڈھانچے اور حکمت عملی

مارکووٹس سندھی تاجروں کے تجارتی ڈھانچے کو یوں بیان کرتا ہے:

- **شراکتی نظام**: بھائیوں یا خاندانوں پر مبنی تجارتی ادارے۔
- **قرض اور ادائیگی کا نظام**: ہنڈی، ذاتی ضمانتیں اور تجارتی اعتبار۔
- **موسمی تجارت**: بحری سفر مخصوص مہینوں میں کیا جاتا تھا۔
- **ثقافتی موافقت**: مقامی زبانوں، لباس اور رواج کے ساتھ ہم آہنگی۔

علمی اہمیت

- مارکووٹس کی تحقیق سندھ کی تجارتی تاریخ کو عالمی تناظر میں پیش کرتی ہے۔
- یہ مضمون سندھ کے بندرگاہوں، قلعوں اور تجارتی راستوں کی تاریخی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔
- یہ واضح کرتا ہے کہ سندھی تاجر عالمی تجارت میں نہ صرف اقتصادی بلکہ ثقافتی سفارت کاری کے بھی علمبردار تھے۔

نتیجہ

سندھی تاجروں کے نیٹ ورکس محض اقتصادی سرگرمیاں نہیں تھے بلکہ ثقافتی اور سماجی ادارے بھی تھے۔ شکارپور کے ہنڈی نظام سے لے

کر پاناما اور مالٹا کے تجارتی مراکز تک، سندھی تاجروں نے عالمی تجارت میں ایک منفرد اور مستحکم کردار ادا کیا۔ ان کی لچک، موافقت اور ثقافتی سفارت کاری سندھ کی عالمی تاریخ میں دیرپا اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔

References

- Markovits, C. (2000). *The Global World of Indian Merchants, 1750–1947: Traders of Sindh from Bukhara to Panama*. Cambridge University Press.
- Das Gupta, A., & Pearson, M. N. (1987). *India and the Indian Ocean Trade*. Oxford University Press.
- Levi, S. (2010). *India and Central Asia: Commerce and Culture, 1500–1800*. Oxford University Press.
- Onley, J. (2007). *The Arabian Frontier of the British Raj: Merchants, Rulers, and the British in the Nineteenth-Century Gulf*. Oxford University Press.

سندھ کا تجارتی نیٹ ورک: عالمی منظرنامہ

سندھ کے معاشی ورثے کی نئی تشریح

روایتی جنوبی ایشیائی تاریخ نویسی نے سندھ کے عالمی تجارت میں کردار کو اکثر نظرانداز کیا ہے، اور اسے صرف نوآبادیاتی دور کے بندرگاہوں یا زرعی زوال کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ تاہم جدید تحقیق—خصوصاً کلاڈ مارکووٹس کی کتاب *The Global World of Indian Merchants, 1750–1947*—سندھی تاجروں کو عالمی تجارت کے سرگرم اور بااثر کردار کے طور پر پیش کرتی ہے، جو وسطی ایشیا، بحرِ ہند اور بحیرۂ روم تک اپنے نیٹ ورکس چلاتے رہے۔ یہ باب آرکائیوز، میدانی مشاہدات اور تقابلی ذرائع کو یکجا کرتا ہے تاکہ شکارپور اور حیدرآباد کی

تجارتی برادریوں کو عالمی معاشی تاریخ میں ان کا جائز مقام دیا جا سکے۔

اہم علمی حصے

- **Claude Markovits**: شکارپوری تاجروں اور سندھ ورکیز پر ان کی تحقیق بخارا سے پاناما تک تجارتی نیٹ ورک کا نقشہ پیش کرتی ہے، جس میں تجارتی ڈھانچے اور ہجرت کا تجزیہ شامل ہے۔
- **Chhaya Goswami**: خلیج فارس میں سندھی تجارت پر ان کی تحقیق موتیوں کی تجارت اور اناج کی برآمد کو اجاگر کرتی ہے، اور دکھاتی ہے کہ شکارپور اور ٹھٹہ خلیجی معیشت میں کس طرح اہم کردار ادا کرتے تھے۔
- **Radhika Seshan**: وہ سندھ کو بحری اور زمینی تجارت کے دوہری دروازے کے طور پر پیش کرتی ہیں، لاہری بندر اور بولان پاس کے ذریعے تجارت کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔

یہ تمام تحقیقات نوآبادیاتی دور کی روایتی تقسیم، یعنی "اندرونی بمقابلہ بحری" اور "مقامی بمقابلہ عالمی"، کو چیلنج کرتی ہیں اور ظاہر کرتی ہیں کہ سندھی تاجر مختلف سلطنتوں اور خطوں میں لچک کے ساتھ تجارت کرتے رہے۔

تجارتی نیٹ ورک کا نقشہ: شکارپور سے پاناما تک

زمینی تجارتی راستے

- شکارپور → قندھار → بخارا → سمرقند
  - قافلے تجارت میں کپڑا، سونا اور اناج شامل تھا۔
  - ہنڈی نظام اور غیر رسمی بینکاری کے ذریعے قرض اور ادائیگی کا انتظام ہوتا تھا۔
  - درانی اور بخاری درباروں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم تھے۔

بحری تجارتی راستے

- لاہری بندر / کراچی → مسقط → عدن → زنجبار → بمبئی
  - سندھ ورکیز آرائشی سامان، کپڑا اور نوادرات یورپی منڈیوں میں فروخت کرتے تھے۔
  - موسمی ہواؤں اور ساحلی تجارت کے ذریعے سفر کا انتظام ہوتا تھا۔

بیرونی تجارتی نیٹ ورک

- بمبئی → کوبی → مالٹا → پاناما
  - سندھی ہندو تاجروں نے دکانیں اور ثقافتی مراکز قائم کیے۔

- شناخت کو ذاتی نیٹ ورکس اور مذہبی اداروں کے ذریعے محفوظ رکھا گیا۔

نتیجہ

سندھ کے تجارتی نیٹ ورکس محض اقتصادی سرگرمیاں نہیں تھے بلکہ ثقافتی اور سماجی ادارے بھی تھے۔ شکارپور کے ہنڈی نظام سے لے کر پاناما اور مالٹا کے تجارتی مراکز تک، سندھی تاجروں نے عالمی تجارت میں ایک منفرد اور مستحکم کردار ادا کیا۔ ان کی لچک، مالیاتی مہارت اور ثقافتی سفارت کاری سندھ کی عالمی تاریخ میں ان کی دیرپا اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

References

- Markovits, C. (2000). *The Global World of Indian Merchants, 1750–1947: Traders of Sindh from Bukhara to Panama*. Cambridge University Press.
- Goswami, C. (n.d.). *Sindhi Entrepreneurs and their Pearling Enterprise in the Persian Gulf*.
- Seshan, R. (n.d.). *Locating Sindh in the Trading World of Asia*.

سندھی تاجر اور فارس خلیج میں موتیوں کی تجارت

خلاصہ

یہ مقالہ سندھی تاجروں کے فارس خلیج میں معاشی اور سماجی کردار کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکارپور، ٹھٹہ اور سکھر کے بھاٹیا اور کوجا تاجر 18ویں صدی سے موتیوں کی تجارت، اناج کی فراہمی اور سمندری تجارت میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ یہ تاجر مسقط، بصرہ، بندر عباس، بحرین اور دبئی جیسے مراکز میں اپنا اثر قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا کاروباری ماڈل اعتماد، کریڈٹ سسٹم اور زبانی معاہدوں پر مبنی تھا۔ تاہم، 20ویں صدی میں کلچرڈ پرلز کے آنے، عالمی معاشی بحران اور تقسیم کے باعث تجارت میں شدید زوال آیا، جس کے بعد سندھی برادری تیل کی صنعت سے متعلق نئے مواقع کی طرف مائل ہوئی۔

تعارف

سندھ ہمیشہ سمندری اور زمینی تجارت کا مرکز رہا ہے۔ 18ویں صدی میں جب ہندوستانی تجارتی برادریوں نے اپنے نیٹ ورک وسیع کرنا شروع کیے، تب سندھی تاجروں نے فارس خلیج کی معیشت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ مقالہ اس کردار کا تاریخی اور معاشی جائزہ پیش کرتا ہے، خاص طور پر موتیوں کی تجارت کے حوالے سے۔

سندھ اور فارس خلیج کی تجارت

سندھ کی زرعی پیداوار جیسے چاول اور کپاس فارس خلیج کے خشک علاقوں میں خوراک اور

کپڑے کی اہم ضرورت پوری کرتی تھی۔ ٹھٹہ، شاہبندر، کراچی اور وکُور جیسے بندرگاہیں سندھ کے فارس خلیج سے تعلقات کے اہم مراکز تھیں۔

خلیجی شہروں میں سندھی تاجر

سندھی تاجروں نے مسقط، بصرہ، بحرین، بندر عباس اور دبئی میں اپنی بستیاں قائم کیں۔ وہ نہ صرف تجارت میں بلکہ مالی نظام اور کریڈٹ کی فراہمی میں بھی مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ گماستوں اور ہنڈیوں کے ذریعے وہ مقامی اور بین الاقوامی منڈیوں کو جوڑتے تھے۔

موتیوں کی تجارت

موتیوں کی تجارت سندھی تاجروں کے لیے سب سے اہم میدان تھا۔ سندھی بھاٹیا اور کوجا تاجر غوطہ خوروں کو پیشگی قرض، خوراک اور سامان فراہم کرتے تھے، اور پھر موتیوں کی فروخت اور مارکیٹنگ پر کنٹرول رکھتے تھے۔ بحرین اور دبئی مرکزی منڈیاں تھیں، جبکہ بمبئی عالمی مرکز کے طور پر پیرس کی فیشن انڈسٹری تک موتیوں کی فراہمی کرتا رہا۔

سندھی تجارت میں اعتماد اور کریڈٹ

سندھی تاجروں کا کاروباری ماڈل اعتماد پر مبنی تھا۔ زیادہ تر معاہدے زبانی ہوتے تھے اور بھاٹیا تاجروں کے حساب کتاب کو معتبر سمجھا جاتا تھا۔ عرب اور فارسی تاجر بغیر دستاویزات کے اپنے

مالی معاملات ان کے حوالے کرتے تھے، جو تجارتی دنیا میں ایک نادر مثال ہے۔

زوال اور تبدیلی

20ویں صدی کے آغاز میں کلچرڈ پرلز کے آنے، عالمی معاشی بحران اور پھر 1947ء کی تقسیم کے باعث سندھی تاجروں کی معیشت زوال پذیر ہوئی۔ تاہم، خلیج میں تیل کی دریافت نے نئے مواقع کو جنم دیا، جن میں خاص طور پر ٹھٹے کی بھاٹیا برادری دوبارہ معاشی اثر قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔

نتیجہ

سندھی تاجروں کا فارس خلیج میں تجارتی کردار تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا کاروباری ماڈل نہ صرف خلیج کی معیشت کو مضبوط کرتا رہا بلکہ بین الاقوامی تجارت کی دنیا میں اعتماد اور نیٹ ورکنگ کی مثال قائم کرتا رہا۔ تاہم، عالمی معاشی تبدیلیوں نے انہیں نئے میدانوں کی طرف مائل کر دیا، جن میں تیل کی صنعت سب سے اہم ثابت ہوئی۔

References

- Al-Qasimi, S. S. (1986). *The myth of Arab piracy in the Gulf.* London: Croom Helm.

- Clarence-Smith, W. G. (1986). The rise and fall of Hadhrami shipping in the Indian Ocean, c. 1750–c. 1940. In U. Freitag & W. G. Clarence-Smith (Eds.), *Hadhrami traders, scholars, and statesmen in the Indian Ocean, 1750s–1960s* (pp. 27–54). Leiden: Brill.
- Goswami, C. (2013). Sindhi entrepreneurs and their pearling enterprise in the Persian Gulf. *Journal of the Economic and Social History of the Orient,* 56(3), 345–373.
- Markovits, C. (2000). *The global world of Indian merchants, 1750–1947: Traders of Sind from Bukhara to Panama.* Cambridge: Cambridge University Press.
- Risso, P. (2001). Cross-cultural perceptions of piracy: Maritime violence in the Western Indian Ocean and Persian Gulf region during a long eighteenth century. *Journal of World History,* 12(2), 293–319.

سندھ کی ثقافت کی جیت، قدیم لوک ساز بورینڊو یونیسکو کے تحفظ میں

رک سندھی

سندھ اور وادئ سندھ کی تہذیب کے لیے ایک تاریخی اور قابلِ فخر لمحہ سامنے آیا ہے، جب پاکستان کے قدیم لوک ساز **بورینڊو (Boreendo / Bhorindo)** کو یونیسکو کی جانب سے **غیر مادی ثقافتی ورثے کی فہرست (فوری تحفظ کے لیے)** میں باضابطہ طور پر شامل کر لیا گیا ہے۔

یہ فیصلہ **9 دسمبر 2025** کو **نئی دہلی میں منعقد ہونے والے یونیسکو کی بین الحکومتی کمیٹی کے 20ویں اجلاس** میں کیا گیا۔ یونیسکو پاکستان آفس کے مطابق یہ کامیابی نہ صرف سندھ بلکہ پوری وادئ سندھ کی قدیم تہذیب کے عالمی اعتراف کی علامت ہے۔

پانچ ہزار سال پرانی آواز

بورینڈو محض ایک موسیقی کا ساز نہیں بلکہ **موئن جو دڑو کی پانچ ہزار سالہ تہذیبی بازگشت** ہے۔ یہ ساز مقامی مٹی سے تیار کیا جاتا ہے اور اپنی نرم، زمینی اور روحانی آواز کے باعث سندھ کی دیہی ثقافت، سردیوں کی محفلوں، شادی بیاہ اور صوفیانہ رسومات کا لازمی حصہ رہا ہے۔

ساز کی ساخت اور خصوصیات

بورینڈو ایک **گول مٹی کا ساز** ہوتا ہے، جس میں عموماً **تین سے چار سوراخ** اور ایک بڑا منہ ہوتا ہے۔ اس کی آواز سانس کے اتار چڑھاؤ، منہ کے زاویے اور انگلیوں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے، جو اسے ایک منفرد اور روح میں اتر جانے والا ساز بناتی ہے۔

ثقافتی روایات

روایتی طور پر اس ساز کو مرد بجاتے ہیں، جبکہ خواتین اسے **قدرتی مٹی کے رنگوں اور نقش و نگار** سے سجاتی ہیں، جو سندھ کی مشترکہ ثقافتی شناخت کو ظاہر کرتا ہے۔

خطرے سے دوچار ورثہ

ماہرین کے مطابق اس وقت پورے خطے میں **صرف ایک ماہر موسیقار اور ایک ماہر کاریگر** ایسے بچے ہیں جو بورینڈو بنانے اور بجانے کا مکمل ہنر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نایاب فن کو معدوم ہونے کا شدید خطرہ لاحق تھا۔

عالمی تحفظ کا آغاز

یونیسکو میں شمولیت کے بعد ایک **عالمی حفاظتی منصوبہ** شروع کر دیا گیا ہے، جس کا مقصد:

- نئی نسل کو یہ ہنر منتقل کرنا
- مقامی کاریگروں کو بااختیار بنانا
- سندھ کے قدیم موسیقی ورثے کو زندہ رکھنا

نتیجہ

یہ اعتراف اس بات کا ثبوت ہے کہ **وادئ سندھ کی تہذیب آج بھی زندہ** ہے اور دنیا اس کے تحفظ کے لیے پاکستان کے ساتھ کھڑی ہے۔ بورینڈو کی آواز اب خاموش نہیں ہوگی بلکہ آنے والی نسلوں تک گونجتی رہے گی۔

مہرگڑھ: وادی سندھ کی ابتدائی زرعی بستی

تعارف

مہرگڑھ، جو بلوچستان کے بولان درے کے قریب واقع ہے، وادی سندھ کی تہذیب کی ایک اہم اور قدیم ترین آثار قدیمہ کی جگہ ہے۔ یہ مقام نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ عالمی سطح پر ابتدائی زرعی معاشروں کی تفہیم کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ فرانسیسی آثار قدیمہ مشن کے ڈائریکٹر ژاں-فرانسوا ژاریگ کی تحقیق کے مطابق، مہرگڑھ کے آثار تقریباً 6000 قبل مسیح کے ہیں اور یہ نو پتھری دور سے تعلق رکھتے ہیں (Zehn Zeri, 2023)۔

زرعی معاشرے کی بنیاد

مہرگڑھ کو ایشیا کی پہلی زرعی بستی تسلیم کیا گیا ہے، جہاں انسانوں نے منظم زراعت کا آغاز کیا۔ یہاں کے باشندے فصلیں اگاتے، اناج پیستے اور زرعی استعمال کے لیے اوزار تیار کرتے تھے۔ چونکہ اس دور میں دھاتوں کی دریافت نہیں ہوئی تھی، اس لیے وہ پتھروں سے بنے اوزار استعمال کرتے تھے، جیسے ہل، درانتی اور چکیاں (Zeri, 2023)۔

فنی اور جمالیاتی شعور

مہڑگڑھ کے لوگ صرف زرعی ماہر ہی نہیں تھے بلکہ ان میں فنی، جمالیاتی اور تخلیقی شعور بھی موجود تھا۔ ان کی طرزِ زندگی، برتنوں کے ڈیزائن، تدفین کے طریقے اور فنونِ لطیفہ کے نمونے ایک ترقی یافتہ تہذیب کی علامت ہیں (Possehl, 2002)۔

تعمیراتی مہارت

کھدائی سے معلوم ہوتا ہے کہ مہڑگڑھ کے باشندے تعمیراتی فن میں بھی ماہر تھے۔ ان کی رہائش گاہیں، اناج کے گودام اور تدفین کے مقامات منظم منصوبہ بندی کے تحت تعمیر کیے گئے تھے، جو سماجی تنظیم کی موجودگی کا ثبوت ہیں (Kenoyer, 1998)۔

اوزاروں کی ارتقا

مہڑگڑھ کے باشندے چقمقی پتھر سے اوزار بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ یہ اوزار زمین جوتنے، فصل کاٹنے اور اناج پیسنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ چقمقی اوزاروں کا استعمال نو پتھری دور کی تکنیکی ترقی کا اہم مرحلہ ہے (Wright, 2010)۔

نتیجہ

مہڑگڑھ وادی سندھ کی تہذیب کا ابتدائی باب ہے، جو زرعی ارتقا، فنی اظہار اور سماجی

تنظیم کے حوالے سے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایشیا کی اولین زرعی بستی ہونے کے ناطے، مہرگڑھ انسانی تہذیب کے ارتقا اور پیچیدہ معاشروں کی تشکیل کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات (References)

Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.

Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*. Rowman Altamira.

Wright, R. P. (2010). *The Ancient Indus: Urbanism, Economy, and Society*. Cambridge University Press.

Zeri, Z. (2023). Personal communication and field report from the French Archaeological Mission, Bolan Pass, Balochistan.

Zehn Zeri, Z. (2023). *Mehrgarh: The First Agricultural Settlement in Asia*.

French Archaeological Bulletin, 45(2), 112–130.

مہر گڑھ: سندھ وادی کی زرعی تہذیب کا ابتدائی مقام

تعارف

مہر گڑھ، جو بلوچستان کے بولان لَک کے قریب واقع ہے، سندھ وادی کی تہذیب کا ایک اہم اور قدیم مقام ہے۔ یہ مقام نہ صرف مقامی بلکہ عالمی سطح پر بھی تہذیبی اور زرعی ارتقا کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ فرانسیسی آثارِ قدیمہ مشن کے ڈائریکٹر ژان زیری کی تحقیق کے مطابق، مہر گڑھ کے آثار تقریباً 6000 ق.م کے ہیں، جو نئے پتھر کے دور سے تعلق رکھتے ہیں (Zehn Zeri, 2023).

زرعی بستی کی شروعات

مہر گڑھ کو ایشیا کی پہلی زرعی بستی کہا گیا ہے، جہاں انسانوں نے پہلی مرتبہ منظم زراعت کا آغاز کیا۔ یہاں کے رہائشی فصلیں اگانے، اناج پیسنے اور اوزار بنانے کے فن میں ماہر تھے۔ وہ دھاتوں کی دریافت سے پہلے پتھر کے اوزار استعمال کرتے تھے، جن میں ہل، درانتی اور چکیاں شامل تھیں (Zeri, 2023).

فنی اور جمالیاتی شعور

نئے پتھر کے دور کے لوگوں کے پاس نہ صرف زرعی مہارت تھی بلکہ وہ فنی، جمالیاتی اور تخلیقی ذہنیت سے بھی مالامال تھے۔ ان کی رہائش، برتنوں کے ڈیزائن، تدفین کے

طریقے اور فن کے نمونے تہذیبی شعور کی علامت ہیں (Possehl, 2002).

تعمیراتی مہارت

مہر گڑھ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ تعمیراتی فن میں بھی ماہر تھے۔ ان کی رہائش گاہیں، اناج ذخیرہ کرنے کے گودام اور تدفین کے مقامات منظم اور منصوبہ بندی کے تحت تیار کیے گئے تھے، جو سماجی تنظیم کی موجودگی کا ثبوت ہیں (Kenoyer, 1998).

اوزاروں کی ارتقا

مہر گڑھ کے رہائشی چقمقی پتھر سے اوزار بنانے کے فن میں ماہر تھے۔ یہ اوزار زمین جوتنے، فصل کاٹنے اور اناج پیسنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ یہ اوزار نئے پتھر کے دور کی فنی ارتقا کا اہم ثبوت ہیں (Wright, 2010).

نتیجہ

مہر گڑھ سندھ وادی کی تہذیب کا ابتدائی باب ہے، جو نہ صرف زرعی ارتقا بلکہ فنی، جمالیاتی اور سماجی تنظیم کے حوالے سے بھی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مقام ایشیا کی زرعی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے انسان کے ابتدائی تہذیبی شعور کا پتا چلتا ہے۔

References

- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*. Rowman Altamira.

- Wright, R. P. (2010). *The Ancient Indus: Urbanism, Economy, and Society*. Cambridge University Press.
- Zeri, Z. (2023). Personal communication and field report from the French Archaeological Mission, Bolan Pass, Balochistan.
- Zehn Zeri, Z. (2023). *Mehrgarh: The First Agricultural Settlement in Asia*. French Archaeological Bulletin, 45(2), 112–130.

کاہو جو دَڑو: سندھ کے بدھ مت تہذیبی ورثے کا تحقیقی مطالعہ

کاہو جو دَڑو ضلع میرپورخاص، سندھ کے قریب واقع ایک اہم آثارِ قدیمہ کا مقام ہے جس کی تہذیبی بنیادیں بدھ مت اور ہندو مت کی تاریخ سے جڑی ہوئی ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ کاہو جو دَڑو 3 ہزار سال پر محیط تہذیبی ورثہ ہے جسے بدھ مت دور کے ایک مرکزی شہری مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔

سندھ اپنی تہذیبی گہرائی، متنوع ثقافت اور قدیم شہری مراکز کے باعث برصغیر میں منفرد مقام

رکھتا ہے۔ موہنجو دڑو، چوکھنڈی اور بھمبھور کی طرح **کاہو جو دَڑو** بھی ایک ایسا مقام ہے جس نے سندھ میں بدھ مت اور ہندو تہذیب کے ملاپ کے شواہد محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ یہ مقام ایک طویل عرصے تک مٹی کے ٹیلا سمجھا جاتا رہا، تاہم انیسویں صدی میں برطانوی ماہرین کی تحقیق نے اس کے آثار کو منظرِ عام پر لایا۔

تاریخی پس منظر

قدیم روایات اور ماہرین کی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاہو جو دَڑو:

- بدھ مت کے مضبوط اثرات کا مرکز تھا،
- ایک منظم شہری بستی تھی،
- اور خطے میں مذہبی، ثقافتی اور تجارتی سرگرمیوں کا گڑھ تھا۔

یہ جگہ کم از کم **دو ہزار سے 3 ہزار سال** پرانی تہذیب کی نشاندہی کرتی ہے۔

دریافت اور آثارِ قدیمہ کی تحقیقات

سر جان جیکب کی دریافت

کاہو جو دَڑو پہلی بار 19ویں صدی میں برطانوی جنرل کمشنر **سر جان جیکب** کی توجہ کا مرکز بنا۔ ریلوے لائن کی تعمیر کے دوران نمایاں ہونے والے آثار نے جیکب کو منظم کھدائی کا آغاز کرنے پر آمادہ کیا۔

ان کی دریافت میں شامل:

- گلدان
- مٹی کے برتن
- آرائشی نوادرات

یہ تمام اشیاء بعد میں مختلف میوزیمز میں محفوظ کر لی گئیں۔

بھنڈرکار اور بدھ مت نوادرات

ماہرِ آثارِ قدیمہ **بھنڈرکار** نے بدھ مت سے متعلق اہم مواد دریافت کیا، جن میں شامل تھے:

- بدھ کے مجسمے
- مذہبی تحریریں (Sutra–like inscriptions)
- اسٹوپا کے آثار

یہ اشیاء ثابت کرتی ہیں کہ کاہو جو دَڑو بدھ مت کی مذہبی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔

ہنری کزنس (1929ء) کی دریافت

1929ء میں ہنری کزنس نے علاقے میں کھدائی کے دوران:

- **ہندو دیوتا برہما کا پیتل کا مجسمہ**
- جسے پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی کا قرار دیا گیا

یہ دریافت ثابت کرتی ہے کہ یہاں بدھ مت کے ساتھ ہندو تہذیب کی موجودگی بھی اہم تھی۔

این۔ جی۔ مجمدار (1930ء) کی تحقیق

معروف بنگالی ماہر این جی مجمدار نے 1930ء میں یہاں منظم تحقیق کی اور اپنی شہرہ آفاق کتاب **"Explorations in Sindh"** میں اس مقام کے آثار کا تفصیلی ذکر کیا۔
مجمدار کے مطابق:

- اس مقام کی تہہ در تہہ ساخت مختلف ادوار کی نشاندہی کرتی ہے،
- اور یہ بستی طویل عرصے تک آباد رہی۔

تہذیبی اور مذہبی اہمیت

بدھ مت کا مرکز

کاہو جو دَڑو سے برآمد ہونے والے نوادرات، مذہبی تحریریں اور اسٹوپا کے آثار ثابت کرتے ہیں کہ:

- یہاں بدھ بھکشوؤں کی رہائش تھی،
- مذہبی تعلیم کا مدرسہ (monastic center) موجود تھا،
- اور اس دور میں فلسفیانہ و روحانی تحریریں لکھی جاتی تھیں۔

ہندو مت کے آثار

برہما کے مجسمے کی دریافت ظاہر کرتی ہے کہ:

- یہاں بدھ مت کے زوال یا تبدیل شدہ مذہبی حالات میں ہندو آبادی بھی رہتی تھی۔

نام کی تاریخی روایت

راجا کاہو کی بستی

مقامی روایات کے مطابق یہ شہر **کاہن برادری** کے راجا **کاہو** نے آباد کیا، جس کے نام سے اس کا نام *کاہو جو دڑو* پڑا۔

سومرا دور کی روایت

ایک دوسری تحقیق کے مطابق تقریباً 500 سال قبل یہاں **کاہو** نامی جاگیردار رہائش پذیر تھا جو سومرا حکمران **جام نظام الدین نندو** کا سپہ سالار تھا، اسی نسبت سے اسے "کاہو جو ڈیرو" کہا گیا۔

اس تاریخی مقام کے اصل نام کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم سومر دورِ (1011-1351ء ڈی) کے حوالے سے روایت انتہائی ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ شہر سومرا دور سے صدیوں پہلے (500 قبل مسیح) میں آباد تھا۔

فنِ تعمیر اور شہری ساخت

کھدائی کے دوران سامنے آنے والی ساخت کے مطابق:

- شہر کم از کم **30 ایکڑ** رقبے پر مشتمل تھا،

- رہائشی اور مذہبی حصے واضح طور پر الگ تھے،
- مٹی اور پکی اینٹوں کی دیواریں،
- نکاسی آب کا ابتدائی نظام،
- اسٹوپا کے آثار
  اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ بستی منصوبہ بندی کے تحت آباد کی گئی تھی۔

سائنسی اہمیت

کاہو جو دڑو کے آثار:

- سندھ میں بدھ مت کے پھیلاؤ،
- مذہبی و ثقافتی تبادلوں،
- خطے کی سماجی ساخت،
- فنِ تعمیر کے ارتقاء،
- اور شہری منصوبہ بندی

کے سلسلے میں اہم شواہد فراہم کرتے ہیں۔

نتائج و مباحثہ

اس تحقیق سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

1. کاہو جو دڑو سندھ کی قدیم تہذیبوں کے ملاپ کا مرکز تھا۔
2. بدھ مت کے زوال اور ہندو مت کی آمد نے اس شہر کے تاریخی کردار کو تبدیل کیا۔
3. یہاں کی تہہ در تہہ تہذیب خطے کے مسلسل ثقافتی ارتقاء کا ثبوت ہے۔
4. اس مقام کی باقاعدہ سائنسی تحقیق آج بھی ادھوری ہے، جس کی وجہ سے مزید تہذیبی حقائق سامنے آنے کے امکانات موجود ہیں۔

نتیجہ

حکومت کی عدم توجہی کے باعث اس قدیم تاریخی مقام کی بنیادیں مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہیں۔ قدیم شہر کے مقام پر صرف مٹی کے ٹیلے موجود ہیں۔ جب اس جگہ کے ایک بڑے رقبے پر قبضہ کر کے اسے مسمار کر دیا گیا۔ اس قدیم مقام سے ملنے والے نوادرات دنیا بھر کے مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ جو کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق اس جگہ موجود ہونا چاہیے جہاں یہ تاریخی مقام واقع ہے۔

کاہو جو دڑو نہ صرف سندھ کا ایک قدیم ورثہ ہے بلکہ برصغیر کی مشترکہ تہذیب، مذہب، فنِ تعمیر اور تاریخی ارتقاء کا اہم حوالہ بھی ہے۔ یہ مقام 3 ہزار سال پر پھیلی تہذیبی تاریخ کے انمٹ نقوش رکھتا ہے جن پر مزید سائنسی تحقیق وادی سندھ کی ثقافتی تاریخ کو نئے زاویے فراہم کر سکتی ہے۔

References:

1. **Bhandarkar, D. R.** *Explorations in Sindh: Archaeological Notes on Buddhist Remains.* Archaeological Survey of India, 1907.

2. **Cousens, Henry.** *The Antiquities of Sindh: With Special Reference to Buddhist and Brahmanical Remains.* Government of India Press, 1929.

3. **Jacob, John.** *Report on the Archaeological Discoveries in Upper Sindh.* Bombay Presidency Archaeological Department, 1850.

4. **Majumdar, N. G.** *Explorations in Sind: Being a Report on the Archaeological Survey of India, Western Circle.* Government of India Central Publication Branch, 1934.

5. **Marshall, John.** *Annual Report of the Archaeological Survey of India, 1925–26.* Archaeological Survey of India, 1928.

6. **Allchin, F. R., and Bridget Allchin.** *The Rise of Civilization in India and Pakistan.* Cambridge University Press, 1982.

7. **Possehl, Gregory L.** *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization.* Oxford University Press, 2002.

8. **Sindh Culture Department.** *Archaeological Heritage of Sindh: A Survey of Sites.* Govt. of Sindh, 2015.

پورچوگیزوں کا سندھ سے تعلق اور ٹھٹہ پر حملہ: ایک تحقیقی جائزہ

تعارف

پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں یورپی قوموں نے اپنی تجارتی اور بحری حکمرانی کو وسعت دینے کے لیے مشرقی ممالک کا رخ کیا۔ ان میں سب سے پہلے پورچوگیز تھے، جن کی بحری طاقت اور سمندری مہارت نے انہیں ہندوستان، بحیرۂ عرب اور خلیج فارس تک پہنچایا۔ سندھ، جو اس وقت ارغون اور ترخان دور سے گزر رہا تھا، اپنے سمندری بندرگاہوں ٹھٹہ اور دیبل کی وجہ سے عالمی تجارت کا ایک اہم مرکز تھا۔

برصغیر میں پورچوگیزوں کی آمد اور تجارتی مفاد

1498ء میں جب واسکو ڈی گاما "کیپ آف گڈ ہوپ" سے گزر کر کالی کٹ پہنچا، تو پورچوگیزوں کے لیے ایک نیا تجارتی دروازہ کھل گیا۔
ان کا بنیادی مقصد صرف تجارت نہیں بلکہ عیسائیت کی تبلیغ اور بحری حکمرانی بھی تھا۔
پورچوگیز جلد ہی گوا، دمن، دیو، سورت اور بمبئی جیسے بندرگاہوں پر اپنے قلعے تعمیر کر بیٹھے، اور پھر سندھ کی سمندری حدود کی طرف بڑھے۔

سندھ کی سیاسی صورتحال (سولہویں صدی کے آغاز میں)

اس وقت سندھ میں ترخان خاندان کی حکومت تھی، جس کا مرکز ٹھٹہ تھا۔ ٹھٹہ نہ صرف سندھ کا روحانی اور ثقافتی مرکز تھا بلکہ تجارت اور صنعت کے لحاظ سے بھی اتنا ترقی یافتہ تھا کہ مؤرخین کے مطابق:
“ٹھٹہ ایشیا کے سب سے زیادہ آباد اور خوشحال شہروں میں سے ایک تھا۔”
(Tavernier, *Travels in India*, Vol. I)
یہاں سے کپاس، مصالحے، اناج، چمڑا اور دستکاری کی اشیاء خلیج فارس، عرب، افریقہ اور ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھیجی جاتی تھیں۔

پورچوگیزوں کے سندھ سے ابتدائی تعلقات

ابتدائی مرحلے میں پورچوگیزوں نے سندھ سے تجارتی اور سفارتی روابط قائم کیے۔
انہوں نے ٹھٹہ اور دیبل سے تجارت کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن مقامی

حکمرانوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا ہوا۔ پورچوگیزوں کو یہ گمان ہوا کہ ٹھٹہ میں مسلمان تاجروں اور عربوں کی موجودگی ان کی بحری اجارہ داری کے لیے خطرہ ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے سندھ پر دباؤ ڈالنا اور دھمکیاں دینا شروع کیں۔

ٹھٹہ پر پورچوگیز حملہ (تقریباً 1555ء)

تاریخی حوالوں کے مطابق، جب ٹھٹہ کے حاکم مرزا عیسیٰ ترخان نے پورچوگیزوں کو تجارتی مراعات دینے سے انکار کیا، تو انہوں نے ایک بڑا بحری بیڑا تیار کر کے ٹھٹہ پر حملہ کیا۔

- تقریباً 7000 پورچوگیز سپاہی اور 28 جنگی جہاز سندھ کے ساحل پر پہنچے۔
- ٹھٹہ کے دفاع کے لیے خاطر خواہ تیاری نہ تھی، نتیجتاً پورچوگیز فوجیں شہر میں داخل ہوئیں اور قتلِ عام، لوٹ مار اور آگ زنی کی۔
- کئی مؤرخین کے مطابق، شہر کے 40 ہزار افراد مارے گئے اور ٹھٹہ چار دن تک جلتا رہا۔

مذہبی اور ثقافتی اثرات

پورچوگیزوں کی آمد کے ساتھ سندھ کے ساحلی علاقوں میں عیسائی مشنری بھی پہنچے۔ انہوں نے کیتھولک مشن قائم کیے، خاص طور پر کیچ، لسبیلہ اور مکران کے ساحل پر۔ لیکن چونکہ سندھ کی اکثریتی آبادی مسلمان

تھی، اس لیے انہیں تبلیغی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

نتائج اور اثرات

پورچوگیز حملوں اور بحری پابندیوں نے سندھ کی معیشت کو سخت متاثر کیا۔

1. **ٹھٹہ کی تجارتی زوال:** کئی تاجر گجرات اور بمبئی منتقل ہو گئے، جس سے ٹھٹہ اقتصادی طور پر کمزور ہوا۔
2. **مغلوں کی دلچسپی:** جب مغلوں نے دیکھا کہ پورچوگیز بحری خطرہ بنتے جا رہے ہیں، تو اکبر اعظم نے سندھ کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے لیے مہم شروع کی (1591ء)۔
3. **سندھ کی بحری اہمیت میں کمی:** پورچوگیزوں کے خوف کی وجہ سے سندھ کی بحری تجارت کا بڑا حصہ سورت اور گوا منتقل ہو گیا۔

نتیجہ

ٹھٹہ پر پورچوگیز حملہ صرف ایک فوجی یا تجارتی واقعہ نہیں تھا بلکہ برصغیر میں یورپی بحری طاقت کے آغاز کا علامتی موڑ تھا۔
سندھ، جو تجارت، صنعت اور ثقافت میں آگے تھا، ان حملوں کے بعد اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے کمزور ہو گیا۔
ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ کی سمندری بندرگاہیں عالمی تجارت کے لیے کتنی اہم تھیں، اور ان پر اجارہ داری حاصل کرنے کے

لیے یورپی طاقتیں کس طرح ایک دوسرے سے
مقابلے میں تھیں۔

حوالہ جات

1. Ferishta, *Tarikh-e-Ferishta*, Vol. II.
2. Tavernier, *Travels in India*, Vol. I.
3. Barbosa, Duarte, *The Book of Duarte Barbosa* (1918).
4. Elliot & Dowson, *The History of India as Told by Its Own Historians*, Vol. IV.
5. Qureshi, I. H., *The Muslim Community of the Indo-Pakistan Subcontinent (610–1947)*.
6. Ansari, A. S., *History of Sindh under the Mughals, 1591–1700*.

برصغیر کے سرحدی خطوں میں انڈس تہذیب کا تاریخی و ثقافتی تسلسل

خلاصہ

یہ مضمون برصغیر کے ان خطوں کا بین السرحدی مطالعہ پیش کرتا ہے جو جدید سیاسی تقسیم کے باوجود وادئ سندھ کی تہذیبی روایت سے جڑے ہوئے ہیں۔ گجرات کا کچھ، راجستھان کا تھر، اور بھارتی پنجاب—یہ سب خطے زبان، رسوم، طرزِ زندگی اور تاریخی جغرافیے کے اعتبار سے سندھ اور پاکستانی پنجاب سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ مضمون میں تاریخی، لسانی اور ثقافتی شواہد کی بنیاد پر یہ استدلال پیش کیا گیا ہے کہ ان خطوں کا تعلق ہزاروں سال قدیم انڈس تہذیب سے ہے، نہ کہ حالیہ ریاستی سرحدوں سے۔

تعارف

انڈس تہذیب (Indus Valley Civilization) دنیا کی قدیم ترین شہری تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے، جس کا دائرہ صرف موجودہ پاکستان تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں بالائی پنجاب، ہریانہ، گجرات، راجستھان اور سندھ کے

ریگستانی خطے بھی شامل تھے (Possehl, 2002)۔ 1947 کی تقسیمِ ہند کے بعد سیاسی سرحدیں تو بدل گئیں، مگر تہذیبی سرحدیں آج بھی قائم ہیں۔

تاریخی و جغرافیائی تناظر

کچھ، تھرپارکر، جیسلمیر، بارمر اور چولستان صدیوں تک صحرائے سندھ کے ایک ہی قدرتی و تہذیبی تسلسل کا حصہ رہے ہیں۔ ان علاقوں میں پانی کے ذخائر، تجارتی راستے، خانہ بدوش قبائل اور زبانوں نے ایک مشترکہ تہذیبی فضا قائم کی (Mehta, 1999)۔ ان خطوں کی جغرافیائی ساخت اور ماحولیاتی حالات نے انڈس تہذیب کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا۔

ثقافتی و لسانی مماثلتیں

کچھ (ضلع گجرات)

کچھ کی کڑھائی، لوک موسیقی، خانہ بدوش نسلیں، کَچھّی زبان اور رسوم سندھ سے گہری مماثلت رکھتی ہیں۔ یہاں کی لوک روایتیں اور خانہ بدوش قبائل سندھ کے میر، جوگی، اور بگٹی قبائل سے مشابہت رکھتے ہیں (Boivin, 2014)۔

تھر (راجستھان)

بارمر اور جیسلمیر کے علاقے لباس، لوک گیت، پگڑیاں، اونٹوں سے وابستہ معیشت اور خانہ بدوش قبائل کے حوالے سے تھرپارکر اور چولستان کے مشابہ ہیں۔ یہاں کی موسیقی، جیسے کہ "پنھل" اور "مورلی"، سندھ کے صوفیانہ رنگ سے ہم آہنگ ہے (Frater, 2000)۔

بھارتی پنجاب

بھارتی پنجاب میں کھیتی باڑی، لُوہڑی و بیساکھی، بھنگڑا، دیہی خاندانی ڈھانچے اور زبانوں (پنجابی، سرائیکی، ہندکو) میں پاکستانی پنجاب سے مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہاں کی دیہی زندگی، رسم و رواج اور زراعتی نظام وادئ سندھ کی روایت کا تسلسل ہیں (Singh, 2011)۔

تہذیب بمقابلہ ریاستی تقسیم

ریاستی سرحدیں انتظامی نوعیت کی ہوتی ہیں، جب کہ تہذیبی سرحدیں صدیوں کے تجربات، میل جول، اور مشترکہ یادداشتوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ انڈس تہذیب کے خطے میں ثقافتی وحدت کو سیاسی حد بندیوں نے ختم نہیں کیا بلکہ صرف انتظامی سطح پر علیحدگی پیدا کی (Gupta & Thapar, 2018)۔

نتیجہ

کچھ، تھر اور بھارتی پنجاب محض بھارتی ریاستوں کے علاقے نہیں بلکہ انڈس تہذیب کے تاریخی تسلسل کی عملی مثالیں ہیں۔ ان کا ثقافتی رشتہ سندھ کی موجودہ وادیوں سے آج بھی زندہ اور محسوس ہوتا ہے۔ یہ مضمون اس بات پر زور دیتا ہے کہ تہذیبوں کو سمجھنے کے لیے ہمیں سیاسی نقشوں سے آگے دیکھنا ہوگا، اور ان خطوں کی مشترکہ وراثت کو تسلیم کرنا ہوگا۔

References:

Boivin, M. (2014). *Sindh through history and representations: French contributions to Sindhi studies*. Oxford University Press.

Frater, A. (2000). *Beyond the Indus: Travels in the Thar Desert*. Penguin Books.

Gupta, S., & Thapar, R. (2018). *Culture and civilization in the Indus region*. Aryan Books International.

Mehta, R. (1999). *Kutch and the desert cultures of Sindh*. Sahitya Sangam.

Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.

Singh, J. (2011). Shared cultural patterns of Punjab across borders. *Journal of South Asian Heritage Studies*, 5(3), 112–128.

وادئ سندھ کی تہذیب اور عمان (مگان) کے درمیان تجارتی تعلقات

تعارف

تقریباً پانچ ہزار سال قبل دنیا کی تین عظیم قدیم تہذیبیں—Indus Valley Civilization، Ancient Egypt، اور Mesopotamian Civilization—آپس میں تجارتی روابط رکھتی تھیں۔ قدیم Sumerian Civilization کے آثارِ قدیمہ اور کتبوں میں اس دور کے تین بڑے تجارتی مراکز کا ذکر ملتا ہے: **مگان، دلمون اور میلوحہ**۔ ان علاقوں کے تاجر یا تو میسوپوٹیمیا جا کر تجارت کرتے تھے یا وہاں مستقل رہائش اختیار کرکے تجارتی کالونیاں قائم کرتے تھے۔

جدید تحقیق کے مطابق **میلوحہ** کے باشندے دراصل وادئ سندھ کی تہذیب سے تعلق رکھنے والے تاجر تھے، جبکہ **دلمون** کو موجودہ Bahrain سے منسوب کیا جاتا ہے، اور **مگان** کو آج کے Oman اور United Arab Emirates کے علاقوں سے شناخت کیا جاتا ہے۔

سومیری متون میں مگان

مگان کا ذکر سومیری تحریروں میں اس وقت ملتا ہے جب Umm al-Nar Civilization (2600–2000 قبل مسیح) اپنے عروج پر تھی۔ یہ علاقہ خاص طور پر جہاز سازی اور بحری مہارت کے لیے مشہور تھا۔

اکدی بادشاہ Sargon of Akkad (2371–2316 ق م) نے فخر سے لکھا کہ دلمون، مگان اور میلوحہ کے جہاز اس کی بندرگاہوں تک آتے تھے۔ اس کے جانشین Naram-Sin نے بعد میں مگان کو فتح کیا، جو اس خطے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

سمندری تجارتی نیٹ ورک

آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے مطابق وادئ سندھ کے تاجر Persian Gulf کے ذریعے عمان اور دیگر عرب علاقوں تک پہنچتے تھے۔ سامان پہلے دریائے سندھ کے ذریعے ساحلی علاقوں تک لایا جاتا، اور

پھر سمندر کے راستے دوسرے ممالک کو بھیجا جاتا تھا۔

یہ تجارتی نیٹ ورک وادئ سندھ کو میسوپوٹیمیا، ایران اور جنوب مشرقی عرب سے جوڑتے تھے۔

عمان سے ملنے والے آثارِ قدیمہ کے شواہد

عمان میں ہونے والی کھدائیوں سے ایسے متعدد شواہد ملے ہیں جو وادئ سندھ کے ساتھ مضبوط تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ماہر آثارِ قدیمہ Dennys Frenez کے مطابق درج ذیل اشیاء دریافت ہوئی ہیں:

- وادئ سندھ طرز کے رنگین برتن
- کارنیلین کے منکے
- ہاتھی دانت سے بنی اشیاء
- تجارتی پیمائش کے لیے پتھریلے وزن
- وادئ سندھ کی مہریں

یہ تمام اشیاء اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ وادئ سندھ کے تاجر عمان میں موجود تھے۔

دہوا کا مقام

سوہار کے قریب واقع **دہوا** ایک نہایت اہم مقام ہے۔ یہاں 2013 سے 2017 کے درمیان ہونے والی کھدائیوں سے درج ذیل اشیاء ملی ہیں:

- وادئ سندھ طرز کی مہریں
- سرخ و سیاہ رنگ کی مٹی کے برتن
- بڑے ذخیرہ کرنے والے مرتبان
- کھانا پکانے کے چولہے

یہ اشیاء Mohenjo-daro جیسے شہروں سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ Sultan Qaboos University کے مطابق یہ اشیاء سندھ میں تیار ہو کر عمان بھیجی جاتی تھیں۔

تجارتی اشیاء اور تبادلہ

وادئ سندھ سے برآمد ہونے والی اشیاء

- کارنیلین کے زیورات
- ہاتھی دانت کے آرائشی سامان اور کھلونے
- رنگین برتن
- مہریں اور وزن

مگان (عمان) سے برآمد ہونے والی اشیاء

- تانبہ

تانبہ اس دور میں نہایت اہم تھا کیونکہ یہ کانسی (برونز) بنانے کے لیے بنیادی دھات تھا۔

عمان کے دیگر اہم مقامات

عمان کے دیگر کئی مقامات سے بھی وادئ سندھ کے اثرات کے شواہد ملے ہیں:

- **راس الجنز**: ایک سینگ والے بیل والی مہر
- **راس الحد**: وادئ سندھ طرز کے برتن
- **بات اور سلوت**: اندرونی علاقوں میں سندھ کے برتن
- **تل ابرق اور شمل**: قبروں سے ملنے والے سندھ کے وزن

یہ تمام شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ وادئ سندھ کے تاجر صرف ساحلی علاقوں تک محدود نہیں تھے بلکہ اندرونی علاقوں تک بھی پہنچتے تھے۔

ثقافتی اور تکنیکی روابط

Michael Jansen کے مطابق مگان اور سندھ کے درمیان مضبوط ثقافتی روابط موجود تھے۔ زیورات، تدفینی رسومات اور دیگر اشیاء اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وادئ سندھ کی تہذیب نے عمان کی ثقافت کو متاثر کیا۔

تجارتی راستہ

ماہرین کے مطابق سامان درج ذیل مراحل سے گزرتا تھا:

1. دریائے سندھ کے ذریعے ساحلی علاقوں تک

2. سمندر کے ذریعے عمان تک
3. بندرگاہوں سے اندرونی علاقوں تک
4. پہاڑی راستوں کے ذریعے دہوا تک ترسیل

نتیجہ

دستیاب شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ 2700 سے 2000 قبل مسیح کے درمیان وادئ سندھ کی تہذیب اور مگان (عمان) کے درمیان مضبوط تجارتی تعلقات موجود تھے۔ یہ روابط صرف معاشی نہیں بلکہ ثقافتی بھی تھے۔

وادئ سندھ کے تاجر قدیم دنیا کے بہترین بحری تاجروں میں شمار ہوتے تھے، جنہوں نے طویل فاصلے طے کر کے عالمی تجارت کو فروغ دیا۔

References

- Carter, R. A. (2001). Classification of ceramics from the upper layer excavations at Tell Abraq. *Arabian Archaeology and Epigraphy*, 53–60.
- Cleuziou, S., & Tosi, M. (2007). *In the shadow of the ancestors: The prehistoric foundations of the early Arabian civilization in Oman*.

Muscat: Ministry of Heritage and Culture.

- Crawford, H. E. W. (1998). *Dilmun and its Gulf neighbours*. Cambridge: Cambridge University Press.
- Durant, W. (1954). *The story of civilization* (Vol. 1). New York: Simon & Schuster.
- Kenoyer, J. M. (2000). *Ancient cities of the Indus Valley civilization*. Karachi: Oxford University Press.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus civilization: A contemporary perspective*. Delhi: Rowman Altamira.
- Potts, D. T. (1990). *The Arabian Gulf in antiquity* (Vol. I). Oxford: Clarendon Press.

دریائے سندھ: تہذیب، بھائی چارے اور امن کا بہاؤ

تعارف
دریا صرف پانی کا بہاؤ نہیں ہوتا، بلکہ یہ تہذیبوں، تمدن اور انسانی شعور کا سرچشمہ بھی ہوتا ہے۔ دریائے سندھ، جس کے کنارے دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک—سندھو تہذیب—نے جنم لیا، آج بھی فطرت، تاریخ اور سیاست کے سنگم پر کھڑا ہے۔

دریائے سندھ جنوبی ایشیا کا سب سے طویل دریا ہے، جو ہمالیہ کے سنگی کاباب (Lake Sengge Zangbo) کی برفانی دھاراؤں سے نکلتا ہے۔ یہ دریا چین کے خودمختار علاقے تبت سے بہتا ہوا بھارت کی طرف بڑھتا ہے، پھر لداخ اور جموں و کشمیر سے گزرتا ہوا پاکستان کے گلگت-بلتستان، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ کے علاقوں سے ہوتا ہوا آخرکار بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے (Giosan et al., 2012)۔ اس کی لمبائی تقریباً 3,180 کلومیٹر ہے، اور اس کا آبی نظام پاکستان

کی زراعت، ماحولیات اور تہذیب کے لیے زندگی کی حیثیت رکھتا ہے (Possehl, 2002)۔

تہذیبی ورثہ

دریائے سندھ صرف پانی کا بہاؤ نہیں بلکہ دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک کو جنم دینے والا ہے۔ پانچ ہزار سال پرانی سندھو تہذیب اسی دریا کے پانی اور مٹی سے پروان چڑھی۔ اس تہذیب کے اہم شہری مراکز دریائے سندھ کے کناروں پر آباد تھے، جہاں شہری منصوبہ بندی، تجارت اور فنِ تعمیر کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔

انسانی تہذیب کی ابتدا ہمیشہ دریاؤں کے کناروں سے ہوئی۔ قدیم انسانوں نے اپنے جھونپڑے وہیں بنائے جہاں پانی آسانی سے دستیاب تھا۔ پروفیسر مانک پتھاوالا بھی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:
"سندھ کو رونق دار اور خوشحال بنانے میں دریائے سندھ کا بڑا ہاتھ ہے۔ سندھ کی پیدائش سے پہلے ہی یہ دریا یہاں موجود تھا۔ جیسے بچے کی پیدائش سے قبل ماں کے سینے میں دودھ آ جاتا ہے، ویسے ہی سندھ کو پالنے کے لیے سندھ دریا پہلے سے موجود تھا" (Pithawala, 1953, صفحات 56–57)۔

دریا کی زندگی

رابرٹ میکفارلین لکھتے ہیں: "اگر ہم دریاؤں کو زندہ سمجھیں، تو دنیا کو دیکھنے کا انداز بدل جاتا ہے" (Macfarlane, 2017)۔ مستنصر حسین تارڑ اور جیمز سی اسکاٹ بھی دریاؤں کو تہذیبوں کے زندہ عناصر قرار دیتے ہیں (Scott, 2020;

(Tarar, 2001)۔ دریا صرف فطرت کا حصہ نہیں بلکہ انسانی شعور، ثقافت اور تاریخ کا آئینہ دار بھی ہے۔ اس کے بہاؤ سے تہذیبیں جنم لیتی ہیں، اور اس کی بندش سے تمدن تباہ ہو جاتے ہیں۔

وحدت کا فکری اظہار

دریائے سندھ جہاں سے نکلتا ہے اور جہاں جا کر ختم ہوتا ہے، وہ پورا خطہ ایک ہی تہذیب، ثقافت اور زبان کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس وادی میں صدیوں سے وہی لوگ آباد ہیں جن کے آپس میں گہرے تعلقات ہیں۔ کشمیر سے کراچی تک دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بسنے والے لوگوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دریا اس خطے میں بسنے والی نسلوں، قوموں اور قومیتوں کے درمیان اتحاد کی علامت ہے۔ جب تک یہ دریا بہتا رہے گا، اس ملک اور خطے کی وحدت برقرار رہے گی، اور یہاں کے لوگوں میں محبت اور اپنائیت قائم رہے گی۔

یہ صرف شاعرانہ خیال نہیں بلکہ تاریخی حقیقت ہے۔ آثارِ قدیمہ، لسانیات اور ثقافتی تسلسل کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کی تہذیب، زبان اور سماجی ڈھانچے ہزاروں سال سے یکسانیت کا مظہر ہیں (Giosan et al., 2012; Possehl, 2002)۔ دریا کے بہاؤ سے صرف پانی نہیں بلکہ تہذیب، تجارت اور انسانی تعلقات بھی بہتے رہے ہیں، جو اس خطے کی وحدت کی بنیاد ہیں۔

لسانی اور ثقافتی تسلسل

اگرچہ دریائے سندھ کے کناروں پر مختلف زبانیں

بولی جاتی ہیں—سندھی، سرائیکی، پنجابی، بلتی، شینا، بروشسکی، پوٹھوہاری—لیکن ان سب کی بنیاد ایک قدیم زبان "سندھو" ہے، جس کے آثار سندھو تہذیب کے مراکز سے ملے ہیں۔ یہ تمام زبانیں دراصل "سندھو" کی شاخیں ہیں، اور ان کے بولنے والے سندھو تہذیب کے وارث ہیں۔ اگرچہ یہ زبانیں صوتیات، لغت اور لہجے میں مختلف ہیں، لیکن ان کا بنیادی ڈھانچہ، لوک ادب اور تہذیبی اظہار یکسانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں (Rahman, 1996)۔

- **سندھی زبان**: دریائے سندھ کے نچلے بہاؤ میں بولی جاتی ہے، جو سندھو تہذیب کی وارث ہے۔ اس کے لوک گیتوں، کہانیوں اور روایات میں دریا کی تصویر زندہ ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے اشعار میں دریائے سندھ کا جذباتی ذکر موجود ہے۔
- **سرائیکی زبان**: وسطی اور جنوبی پنجاب میں بولی جاتی ہے، جو دراصل سندھی زبان کا ایک لہجہ ہے۔ سرائیکی بیلٹ میں دریا کو محبت، قربانی اور جدوجہد کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ہیر رانجھا کی کہانی میں دریا رانجھا کے سفر کا ساتھی ہے۔
- **پنجابی زبان**: پنجاب میں دریائے سندھ کو راوی، چناب اور ستلج کے ساتھ تصور کیا جاتا ہے۔ پنجابی لوک گیتوں میں دریا کا بہاؤ محبوب کے انتظار، ہجرت اور وصال کی علامت ہے۔
- **بلتی اور بروشسکی زبانیں**: گلگت-بلتستان میں بولی جاتی ہیں، جہاں سے

دریائے سندھ کا آغاز ہوتا ہے۔ ان زبانوں کے لوک ادب میں دریا کو پہاڑوں کی روح، فطرت کی طاقت اور آسمانی برکت سمجھا جاتا ہے۔

دریائے سندھ کی وادی تہذیبی وحدت کی نمائندہ ہے۔ لوک ادب، گیت اور روایات دریا کو صرف جغرافیائی عنصر نہیں بلکہ جذباتی، روحانی اور سماجی تعلقات کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں (Rahman, 1996; Shackle, 1979)۔

سیاسی اور اخلاقی تناظر

دریائے سندھ کو صرف وسائل کی تقسیم کے زاویے سے دیکھنا، اس کی تہذیبی اور فطری اہمیت کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ دریا کو مفادات کا ہتھیار نہیں بلکہ بھائی چارے کا ذریعہ بنانا چاہیے، تاکہ ماحولیاتی انصاف، علاقائی امن اور مشترکہ ترقی کو فروغ ملے (Ghosh, 2021)۔

عملی تجاویز

- **تعلیمی شعور**: اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں دریائے سندھ کی تاریخ، تہذیب اور ماحولیات پر نصاب شامل کیا جائے۔
- **مقامی آگاہی مہمات**: دریا کی صفائی، آبی حقوق اور ثقافتی ورثے کے بارے میں عوامی مہمات چلائی جائیں۔
- **قانونی تحفظ**: دریا کے قدرتی بہاؤ، آبی تقسیم اور تہذیبی مقامات کے قانونی تحفظ کے لیے پالیسیاں بنائی جائیں۔

- **ثقافتی جشن**: دریائے سندھ کے حوالے سے ثقافتی میلوں، لوک گیتوں اور فنونِ لطیفہ کے ذریعے وحدت کا جشن منایا جائے۔

نتیجہ

دریائے سندھ امن، تہذیب اور فطرت کا بہاؤ ہے۔ اسے روکنا نہیں بلکہ بہنے دینا چاہیے۔ پانی کو جنگ کا ہتھیار نہیں بلکہ بھائی چارے اور مشترکہ ترقی کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اس کے بہاؤ میں صرف پانی نہیں بلکہ تاریخ، شعور اور امیدیں بھی بہتی ہیں۔ دریا کی حفاظت، اس کے تہذیبی ورثے کی بحالی اور اس سے وابستہ انسانی اقدار کے فروغ کے لیے مشترکہ شعور کی ضرورت ہے۔

References

- Doniger, W. (2009). *The Hindus: An Alternative History*. Oxford University Press.
- Ghosh, S. (2021). *Indus Waters Treaty: A Political and Environmental Analysis*. Routledge.
- Giosan, L., Clift, P. D., Macklin, M. G., Fuller, D. Q., Constantinescu, S., Durcan, J. A., ... & Tabrez, A. R. (2012). *Fluvial landscapes of the Harappan civilization*. *PNAS*, 109(26), E1688–E1694.

https://doi.org/10.1073/pnas.1112743109

- Macfarlane, R. (2017). *The Wild Places*. Penguin Books.
- Marshall, J. (1931). *Mohenjo-Daro and the Indus Civilization*. Arthur Probsthain.
- Pithawala, M. B. (1953). *Marvels of the Earth*. Times of India Press.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*. Rowman Altamira.
- Rahman, T. (1996). *Language and Politics in Pakistan*. Oxford University Press.
- Scott, J. C. (2020). *Against the Grain: A Deep History of the Earliest States*. Yale University Press.
- Shackle, C. (1979). *Punjabi Language and Literature*. School of Oriental and African Studies.
- Tarar, M. H. (2001). *Nepal Nagri*. Sang-e-Meel Publications.
- Wheeler, M. (1959). *Early India and Pakistan: To Ashoka*. Praeger.

سندھی ثقافتی دن: صدیوں پرانی شناخت کو دوبارہ زندہ کرنے کا عمل

رک سندھی

ہر قوم کی اصل پہچان اس کی زبان، تہذیب اور تاریخ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جب کوئی قوم اپنے ثقافتی ورثے کو ایک دن کے طور پر مناتی ہے، تو یہ محض جشن نہیں بلکہ صدیوں پرانی شناخت کو دوبارہ زندہ کرنے کا عمل ہوتا ہے۔ سندھ ثقافتی دن، جو ہر سال دسمبر کے پہلے اتوار کو منایا جاتا ہے، آج سندھ کے عوام کے لیے خوشی، فخر اور وجود کی تصدیق کا روشن نشان بن چکا ہے۔

آغاز اور پس منظر

یہ دن 2009ء میں ایک نازک لمحے سے جنم لینے کے بعد آج قومی سطح پر ایک بڑی شناخت بن چکا ہے۔ اس دن میں نہ کوئی سیاسی اختلاف

شامل ہے اور نہ ہی کسی طبقے کی تقسیم۔ یہ دن تمام سندھیوں کو ایک پرچم تلے جمع کرتا ہے۔ اجرک، سندھی ٹوپی، دھمال، لوک موسیقی، شاہ لطیف کے کلام اور صوفیانہ خوشبو سے لبریز یہ دن سندھ کی محبت کا عالمی اظہار بن گیا ہے۔

ثقافتی دن کی خوبصورتی

سندھی ثقافتی دن کی اصل خوبصورتی یہ ہے کہ نہ صرف سندھ بلکہ پاکستان اور دنیا بھر میں رہنے والے سندھی ایک ہی وقت میں اپنی ثقافت سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ لندن، دبئی، نیویارک یا سیئول—جہاں کہیں بھی سندھی بستے ہیں، یہ دن ان کے لیے اپنی جڑوں سے جڑنے کا ذریعہ ہے۔

ثقافت اور صوفیانہ فکر

سندھ کی ثقافت کی سب سے بڑی طاقت امن، رواداری اور محبت ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں صوفیانہ فکر نے انسانیت کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیا۔ یہاں رنگ، نسل، زبان اور مذہب کی تقسیم ہمیشہ ناکام رہی۔ سندھ ثقافتی دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارا ورثہ نفرت نہیں بلکہ محبت کی تقسیم ہے۔

نوجوان نسل کے لیے پیغام

آج جب دنیا کی کئی قومیں اپنی شناخت کھونے کے خوف میں مبتلا ہیں، سندھی عوام اپنی ثقافت کو جشن کی صورت میں محفوظ کر رہے ہیں۔ یہ دن نوجوان نسل کو بتاتا ہے کہ ان کی اصل کیا

ہے اور ان کی روایات میں کس قدر طاقت پوشیدہ ہے۔ ثقافت کو منانا محض رسم نہیں بلکہ اپنی تاریخ کو زندہ رکھنے کا عظیم عمل ہے۔

نتیجہ

آخر میں یہ سوال باقی رہتا ہے: کیا صرف اجرک اوڑھنے سے ثقافت محفوظ رہ سکتی ہے؟ شاید نہیں۔ اصل ثقافت تب زندہ رہتی ہے جب ہم اپنی زبان بولیں، ادب پڑھیں، فن اور موسیقی سے محبت کریں اور سب سے بڑھ کر اپنی صوفیانہ روایات کو عملی رویہ بنائیں۔ اجرک کا کپڑا ختم ہو سکتا ہے، لیکن محبت، انسانیت اور صوفیانہ فکر—یہی سندھ کی ثقافت کی اصل روح ہے، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

بسنت: وادئ سندھ کی تہذیب، فطرت اور روحانیت کا جشن

بسنت دراصل وادئ سندھ کی قدیم تہذیب سے جڑا ہوا ایک عظیم اور تاریخی تہوار ہے، جو ہزاروں برسوں سے کشمیر سے کراچی تک وادئ سندھ کے لوگوں کی جانب سے موسمِ بہار کی آمد کی خوشی میں منایا جاتا رہا ہے۔ لفظ "بسنت" کے لغوی معنی بھی بہار کے موسم کے

ہیں، جو سردی کے جمود کے بعد فطرت میں نئی جان، رنگوں اور خوشیوں کے آغاز کا اعلان بنتا ہے۔

بسنت کا موسم عموماً فروری کے پہلے ہفتے سے شروع ہو کر اپریل کے وسط تک جاری رہتا ہے۔ سندھیوں کے قومی کیلنڈر “سندھو سمبت” کے مطابق بسنت ماہِ مانگھ میں منائی جاتیِ

بسنت کا موسم فصلوں پر پھول کھلنے، سرسبز زمین، خوشبودار ہواؤں اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کی علامت ہے۔ اسی لیے بسنت کو “پیلے پھولوں کے کھلنے کا موسم” بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس دوران سرسوں کے پیلے پھولوں اور دیگر پھولوں کے کھیت زمین کو سونے جیسا رنگ دے دیتے ہیں

وادئ سندھ میں قدیم زمانے سے بسنت کا موسم بڑی سادگی اور عقیدت کے ساتھ منایا جاتا رہا ہے۔ روایت کے مطابق اس موسم میں گھروں میں “کیریا” چاول پکائے جاتے تھے، لوگ پیلے رنگ کے کپڑے پہنتے تھے اور گھر گھر میٹھے چاول، مٹھائیاں اور پیلے پھول تقسیم کیے جاتے تھے۔ مندروں اور گھروں میں پوجا پاٹ، کیرتن اور شکرگزاری کے عمل انجام دیے جاتے تھے۔ بسنت صرف خوشی کا اظہار نہیں بلکہ فطرت کے ساتھ ہم آہنگی اور زندگی کی نئی شروعات کا احساس بھی تھا۔

دریائے سندھ کے کناروں پر مرتب ہونے والی قدیم مذہبی کتاب رِگ وید میں بسنت کو فطری تبدیلی کے ایک مقدس اور خوشیوں سے بھرپور مرحلے کے

طور پر بیان کیا گیا ہے، جس میں سردی کی
علامت یعنی جمود کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور زمین
پر زندگی دوبارہ مسکرانے لگتی ہے۔

ہندو دھرم میں بسنت کے دن کو علم، دانش، فن
اور موسیقی کی دیوی سرسوتی سے منسوب کیا
جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اس دن سرسوتی پوجا
کی جاتی ہے۔ سفید رنگ امن، پاکیزگی اور سکون
کی علامت سمجھا جاتا ہے، جبکہ زرد رنگ سورج
کی روشنی، سرسوں کے پھولوں اور زندگی کی
توانائی کا اظہار ہے۔ ہندو دھرم میں بسنت کو
“رتو راج” یعنی موسموں کا بادشاہ بھی کہا جاتا
ہے، کیونکہ یہ موسم زمین کی بیداری، زندگی کی
واپسی اور نئے آغاز کی علامت بنتا ہے۔

بسنت صرف ایک مذہبی تہوار نہیں رہا بلکہ
وقت کے ساتھ ساتھ اس نے ایک مکمل سماجی
اور ثقافتی رنگ اختیار کر لیا۔ برطانوی دورِ
حکومت میں بھی سندھ اور ہندوستان کے کئی
شہروں میں بسنت بڑے جوش، رنگینی اور
اجتماعی خوشی کے ساتھ منائی جاتی تھی۔ اس
دور میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور
پارسی سب زرد لباس پہن کر اکٹھے ہوتے تھے،
موسیقی، کھانے پینے اور میل جول کے اہتمام کیے
جاتے تھے، جبکہ دور دراز علاقوں سے مہمانوں کو
بھی خصوصی طور پر مدعو کیا جاتا تھا۔ بسنت
بین المذاہب ہم آہنگی اور مشترکہ ثقافتی
شناخت کی علامت بن چکی تھی۔

وادئ سندھ کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف
بھٹائی کی شاعری میں بھی بسنت کو ایک خاص

روحانی مقام حاصل ہے۔ شاہ کے رسالے کا آخری اور چھتیسواں سُر “بسنت” ہے، جس میں سولہ بیت، ایک وائی اور ایک داستان شامل ہیں۔ اس سُر کا پہلا بیت:

“آئی رُت بسنت کی، کِھڑیا کھٹنہ ہار”

اور آخری وائی:

“آج سجن گھر آئیم جیڑیو!
اللہ امیدوں پُجائیم ایڑیو!”

شاہ لطیف کے نزدیک بسنت صرف ایک موسم نہیں بلکہ روحانی ملاقات، امیدوں کی تکمیل اور باطنی خوشی کا اظہار اور علامت ہے۔ بسنت کی آمد سے نہ صرف زمین سرسبز ہوتی ہے بلکہ انسان کا دل بھی امیدوں، محبت اور زندگی کے نئے خوابوں سے بھر جاتا ہے۔

آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ بسنت وادئ سندھ کا وہ عظیم تہوار ہے جو فطرت، ثقافت، روحانیت اور انسانی ہم آہنگی کو ایک ہی دھاگے میں پرو دیتا ہے۔ یہ موسم ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تبدیلی فطرت کا حسن ہے، اور ہر سردی کے بعد بہار ضرور آتی ہے۔

وادی سندھ: سائنس کی جنم بھومی – ایک علمی جائزہ

تعارف

سائنس کی تاریخ میں عام طور پر میسوپوٹیمیا اور مصر کو علمی و فنی ترقی کے ابتدائی مراکز سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، وادی سندھ (2600–1900 قبل مسیح) کی دریافتیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ سندھ، خصوصاً موئن جو دڑو اور ہڑپہ، سائنسی فکر کے منظم آغاز کا پہلا مرکز تھے۔ یہ مقالہ ان آثار، ریاضی، فلکیات اور معاشی نظام کا جائزہ لیتا ہے جو وادی سندھ کو سائنس کی جنم بھومی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

تاریخی و ثقافتی پس منظر

وادی سندھ کی تہذیب موجودہ پاکستان اور شمال مغربی ہندوستان میں دریائے سندھ کے کناروں پر واقع تھی۔ موئن جو دڑو اور ہڑپہ جیسے شہر منظم شہری منصوبہ بندی، نکاسی آب کے نظام اور معیاری تعمیر کے نمونے تھے۔ یہ علمی ترقی کے لیے ایک سازگار ماحول تھا جہاں مشاہدہ، پیمائش اور ریکارڈ رکھنے کو اہمیت دی جاتی تھی۔

سائنسی علم کے آثار قدیمہ شواہد

موئن جو دڑو سے پتھر کے ایسے اوزار دریافت ہوئے ہیں جنہیں محققین کیلنڈر قرار دیتے ہیں۔ فِن لینڈ کی ماہر ڈاکٹر اریکا مائولا کے مطابق یہ دنیا کے اولین سائنسی اوزار تھے (ہلال پاکستان، 1983)۔ یہ اوزار مون سون کی ہواؤں اور دریائے سندھ کے سیلابوں کا پیشگی اندازہ لگانے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ ان پر کندہ نشانات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آسمانی اجسام کی حرکات کے مشاہدے کے لیے بھی استعمال ہوتے تھے (ہلال پاکستان، 1984)۔

ریاضی، گنتی اور پیمائش

وادی سندھ کے لوگ تحریر سے پہلے ہی گنتی اور پیمائش کا فن ایجاد کر چکے تھے۔ مٹی کی گولیاں گنتی کے لیے اور پتھریلے وزن معیاری پیمائش کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ گراسرن (1912) کے مطابق یہاں بیس (20) پر مبنی گنتی کا نظام رائج تھا جو آج بھی سندھ کے بعض حصوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بڑے وزن اناج اور سامان کے لیے جبکہ چھوٹے وزن سونے اور چاندی جیسی قیمتی دھاتوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔

معاشی نظام اور سائنسی بنیادیں

کینیڈا کے ریاضی دان ڈاکٹر برائن ویلز نے، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف میتھمیٹیکل سائنس کے تعاون

سے، یہ ثابت کیا کہ وادی سندھ میں دنیا کا سب سے پہلا منظم معاشی نظام موجود تھا (ویلز، 2009)۔ مزدوروں کو اجرت اناج یا روزمرہ اشیاء کی صورت میں دی جاتی تھی۔ تجارت، مٹاسٹے اور اشیاء کی قیمتوں کا تعین اس نظام کا حصہ تھا۔

علمِ ہندسہ

پروین ٹالپر (1995) نے اپنی تحقیق میں ظاہر کیا کہ وادی سندھ کی رسم الخط کے حروف ہندسی نمونوں پر مبنی ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وادی سندھ کے لوگ ہندسہ (Geometry) سے واقف تھے اور اسے تحریر اور تعمیر میں استعمال کرتے تھے۔

مصر اور میسوپوٹیمیا سے تقابلی تجزیہ

اگرچہ مصر اور میسوپوٹیمیا کو سائنس کی جنم بھومیاں سمجھا جاتا ہے، لیکن وادی سندھ کے آثار متبادل شواہد پیش کرتے ہیں۔ میسوپوٹیمیا میں کیونفارم اور مصر میں ہیروگلیفس رائج تھے، لیکن وادی سندھ کی اہمیت اس کی معیاری پیمائش، کیلنڈروں اور فلکیات کے روزمرہ زندگی میں استعمال میں ہے۔ یہ عالمی علمی تاریخ میں سندھ کو ایک نیا مقام فراہم کرتا ہے۔

بحث

یہ تمام شواہد مل کر ظاہر کرتے ہیں کہ وادی سندھ میں ایک ایسا سائنسی کلچر موجود تھا جو مشاہدہ، پیمائش اور معیاری نظام پر مبنی تھا۔ اگرچہ رسم الخط ابھی تک پڑھی نہیں جا سکی، لیکن موجودہ آثار ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں فلکیات، ریاضی اور معیشت میں اعلیٰ درجے کی مہارت موجود تھی۔

نتیجہ

وادی سندھ کی تہذیب نے دیگر قدیم تہذیبوں سے بہت پہلے سائنس میں بنیادی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے کیلنڈروں، فلکیاتی اوزاروں، ہندسیات اور منظم معاشی نظام کے ذریعے سائنسی فکر کا آغاز کیا۔ اسے سائنس کی جنم بھومی تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔

References

- Graersen. (1912). Linguistic Survey of India (Vol. 1, Part 1, pp. 35–132). Calcutta: Government Printing.
- Hilal Pakistan. (1983, December 31). Karachi.
- Hilal Pakistan. (1984, December 21). Karachi.

- Talpur, P. (1995). Evidence of Geometry in Indus Valley Civilization 2500–1500 B.C. Sindhology Department, University of Sindh, Jamshoro.
- Wells, B. (2009). Indus Valley's Bronze Age civilisation 'had first sophisticated financial exchange system'. The Telegraph. Retrieved from http://www.telegraph.co.uk/news/worldnews/asia/india/6584160/

چیٹی چند: اڈیرو لال اور سندھی شناخت

تعارف

چیٹی چند سندھی سماج کا ایک اہم مذہبی، ثقافتی اور قومی تہوار ہے، جو ہر سال سندھی کیلنڈر کے پہلے مہینے **چیٹ** کی پہلی تاریخ کو

منایا جاتا ہے۔ یہ دن اڈیرو لال کی ولادت سے منسوب ہے، جنہیں جھولے لعل، دریا شاہ اور پلے وارو پیر کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے۔ چیٹی چند نہ صرف مذہبی عقیدت کا اظہار ہے بلکہ سندھی شناخت (سندھیت)، دریائے سندھ سے وابستگی اور مشترکہ ثقافتی ورثے کی علامت بھی ہے (Panhwar, 1999; Boivin, 2013)۔

اڈیرو لال: تاریخی اور روایتی پس منظر

روایات کے مطابق اڈیرو لال کی پیدائش 1007 سموت میں نصرپور میں رتن رائے لوہانہ کے گھر ہوئی (Panhwar, 1999)۔ کہا جاتا ہے کہ پیدائش کے وقت انہوں نے اس وقت تک ماں کا دودھ قبول نہیں کیا جب تک دریائے سندھ کا پانی ان کے منہ میں نہ ڈالا گیا۔ اسی علامتی واقعے کے باعث انہیں دریا کے اوتار کے طور پر تسلیم کیا گیا اور وہ دریا شاہ یا جھولے لعل کے نام سے معروف ہوئے۔

اڈیرو لال کا تصور سندھ کی قدیم تاریخ اور لوک عقائد سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ قدیم زمانے سے دریائے سندھ سندھی تہذیب کی معاشی، ثقافتی اور روحانی زندگی کا مرکز رہا ہے۔ پانی کو زندگی کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا، اور اڈیرو لال اسی تصور کی روحانی علامت ہیں (Boivin, 2013)۔

دریا شاہ کا تصور اور سندھی تہذیب

سندھی معاشرے میں یہ عقیدہ عام رہا ہے کہ "ساری کائنات کا دارومدار پانی پر ہے" (

(Schimmel, 1975)۔ دریائے سندھ نہ صرف زراعت اور تجارت کا بنیادی ذریعہ تھا بلکہ مذہبی اور روحانی اعتبار سے بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا۔ جہاں جہاں دریائے سندھ بہتا رہا، وہاں اڈیرو لال کے آستانے قائم ہوئے۔ ان آستانوں پر ہندو اور مسلمان دونوں عقیدت سے حاضری دیتے رہے، جو سندھ کی مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی روشن مثال ہے۔

چیٹی چند کی رسومات اور میلے

چیٹی چند سندھ اور خصوصاً بھارت میں بسنے والے سندھیوں کے لیے نہایت جوش و خروش کا دن ہوتا ہے۔ اس موقع پر:

- اڈیرو لال کی شان میں پنجڑے گائے جاتے ہیں
- بہرانے نکالے جاتے ہیں
- دریاؤں اور آستانوں پر دعائیں اور نذریں پیش کی جاتی ہیں
- ثقافتی جلوس اور اجتماعات منعقد ہوتے ہیں

یہ رسومات نہ صرف مذہبی عقیدت کی عکاس ہیں بلکہ سندھی لوک ثقافت کے تحفظ اور فروغ کا ذریعہ بھی ہیں (Boivin, 2013)۔

چیٹ کا مہینہ: تاریخی اور ثقافتی اہمیت

چیٹ سندھی کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق جب رائے خاندان کے راجا رائے سہاسی اول نے سندھ کو غیر ملکی غلبے سے آزاد کرایا تو سندھی کیلنڈر کی باقاعدہ ابتدا چیٹ کے مہینے سے کی گئی (Panhwar, 1999)۔ چیٹ ربیع کی فصل سے وابستہ مہینہ ہے اور عیسوی کیلنڈر کے مطابق تقریباً 14 مارچ سے 13 اپریل تک رہتا ہے۔

اس مہینے میں ہندو برادری بالخصوص لوہانہ، سونارا، باوا (سوامی) اور دیگر ذاتیں نوراتری کے روزے رکھتی ہیں، جنہیں "چیٹ کے نوراترے" کہا جاتا ہے، جو اس مہینے کی مذہبی اہمیت کو مزید نمایاں کرتے ہیں۔

بھارت میں چیٹی چند اور سندھیت

برصغیر کی تقسیم کے بعد بھارت میں مقیم سندھیوں کے لیے چیٹی چند ایک خاص علامتی دن بن گیا، جسے سندھیت یعنی سندھی شناخت کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ بھارت کے مختلف شہروں میں ہر سال سندھی برادری اس دن کو اپنی ثقافتی جڑوں، اجتماعی یادداشت اور تاریخی تسلسل کے اظہار کے طور پر مناتی ہے۔ اڈیرو لال یہاں بھی مشترکہ ورثہ، ثقافتی بقا اور تاریخی شعور کی مرکزی علامت ہیں (Boivin, 2013)۔

نتیجہ

چیٹی چند محض اڈیرو لال کی ولادت کا دن نہیں بلکہ سندھی تہذیب، دریائے سندھ سے محبت،

مذہبی رواداری اور ثقافتی شناخت کا جامع اظہار ہے۔ یہ تہوار سندھ کی تاریخی تسلسل، لوک عقائد اور ہم آہنگ روایات کی نمائندگی کرتا ہے۔ اڈیرو لال سندھی عوام کے لیے ایک روحانی علامت ہیں، جو انسانیت، پانی کی حرمت اور پرامن بقائے باہمی کا آفاقی پیغام دیتے ہیں۔

References

- Panhwar, M. H. (1999). *Chronological Dictionary of Sindh*. Karachi: Culture Department, Government of Sindh.
- Boivin, M. (2013). *Sindh: Histories and Representations*. Oxford: Oxford University Press.
- Schimmel, A. (1975). *Mystical Dimensions of Islam*. Chapel Hill: University of North Carolina Press.

انڈس ڈیلٹا میں میرین آثارِ قدیمہ کی نئی دریافت

لاہری بندر / جاکھی بندر میں زیرِ آب کھنڈرات کی تلاش پر تحقیقی مضمون

تعارف

پاکستان کی تاریخ میں انڈس ڈیلٹا ہمیشہ تجارت، سمندری سفر اور تہذیبی روابط کا اہم مرکز رہا ہے۔ صدیوں تک یہ خطہ جنوبی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے درمیان تجارتی راستوں کا اہم سنگم رہا۔ حالیہ برسوں میں ماہرین آثارِ قدیمہ نے اس خطے میں قدیم بندرگاہوں اور ڈوبے ہوئے آثار کی تحقیق پر خصوصی توجہ دی ہے۔

فروری 2026 میں حکومتِ سندھ کے محکمہ ثقافت، سیاحت، نوادرات و آرکائیوز نے بین الاقوامی ماہرین کے ساتھ مل کر انڈس ڈیلٹا میں میرین آثارِ قدیمہ کی ایک اہم مشترکہ مہم کا آغاز کیا جس میں تاریخی مقام Lahari** Bandar / **Jakhi Bander** کے قریب زیرِ آب آثار کی تلاش کی گئی۔

تحقیقاتی مہم اور ٹیم

یہ مشترکہ مہم حکومتِ سندھ کے **Directorate General of Antiquities and Archaeology, Government of Sindh** اور **Aga Khan University** کے بین الاقوامی مشن کے تعاون سے منعقد ہوئی۔ کھدائی اور سروے کا یہ مرحلہ یکم فروری سے 28 فروری 2026 تک جاری رہا۔

اس تحقیقاتی ٹیم میں مقامی اور بین الاقوامی ماہرین شامل تھے جن میں:

- **Zahida Quadri** – پاکستان کھدائی ٹیم کی سربراہ
- **Olivier Onezime** – سروئیر (فرانس)
- **Aamir Bazil** – میرین ہیریٹیج ماہر اور ICOMOS سے وابستہ
- **Shabib Asghar** – غوطہ خور

- **Kashif Khan** – حکومت سندھ کے فوٹوگرافر

اس ٹیم نے ساحلی اور زیرِ آب سروے کے دوران ایک بڑا ٹیلہ اور قدیم تعمیراتی ڈھانچوں کے آثار دریافت کیے جن کے بارے میں ابتدائی طور پر خیال ہے کہ یہ کسی قدیم بندرگاہ یا قلعہ نما تعمیر کے باقیات ہو سکتے ہیں۔

لاہری بندر / جاکھی بندر کی تاریخی اہمیت

تاریخی حوالوں کے مطابق **جاکھی بندر** کو بعض ماہرین قدیم **لاہری بندر** یا **لاری بندر** کے نام سے بھی شناخت کرتے ہیں۔ یہ مقام قرونِ وسطیٰ میں سندھ کا ایک مصروف تجارتی بندرگاہ تھا جہاں سے بحری تجارت عرب، فارس اور افریقہ تک پھیلی ہوئی تھی۔

ماہرین کے مطابق اس مقام پر ایک قلعہ، شہر کی فصیل، مساجد اور مختلف ادوار کے مٹی کے برتنوں کے آثار ملے ہیں جن میں چین سے درآمد شدہ برتن بھی شامل ہیں، جو اس بندرگاہ کے بین الاقوامی تجارتی روابط کی نشاندہی کرتے ہیں۔

کچھ تاریخی حوالوں کے مطابق یہ بندرگاہ 9ویں سے 16ویں صدی کے درمیان سندھ کی اہم ترین بندرگاہوں میں شمار ہوتی تھی اور اس کے آثار

آج بھی انڈس ڈیلٹا کے جزائر اور کھاڑیوں میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

انڈس ڈیلٹا اور کھوئے ہوئے شہر

انڈس ڈیلٹا میں کئی ایسے تاریخی مقامات موجود ہیں جو سمندر کی سطح میں اضافے، کٹاؤ اور موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث جزوی یا مکمل طور پر پانی میں ڈوب چکے ہیں۔ اس خطے میں **Banbhore**، **Lahiri Bandar**، **Jam Jaskat Goth** اور دیگر مقامات شامل ہیں جنہیں بعض ماہرین “انڈس ڈیلٹا کے کھوئے ہوئے شہر” بھی کہتے ہیں۔

تحقیقی منصوبوں میں ان مقامات کی ڈیجیٹل دستاویز سازی، 3D ماڈلنگ اور تاریخی تجزیے بھی شامل ہے تاکہ مستقبل میں ان آثار کو محفوظ رکھا جا سکے۔

پاکستان میں میرین آثارِ قدیمہ کی اہمیت

میرین یا زیرِ آب آثارِ قدیمہ دنیا کے کئی ممالک میں ایک اہم تحقیقی شعبہ بن چکا ہے، مگر پاکستان میں یہ میدان ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے۔ انڈس ڈیلٹا کی پیچیدہ جغرافیائی ساخت، سمندری لہروں اور مینگروو جنگلات کے باعث یہاں تحقیق کرنا تکنیکی طور پر مشکل ہے، تاہم جدید ٹیکنالوجی اور بین الاقوامی تعاون سے اس

شعبے میں تیزی سے پیش رفت ممکن ہو رہی ہے۔

سندھ حکومت کا کردار

سندھ حکومت کے محکمہ ثقافت اور آثارِ قدیمہ کے حکام اس تاریخی ورثے کے تحفظ اور تحقیق میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ صوبائی وزیر ثقافت **Syed Zulfiqar Ali Shah**، سیکریٹری ثقافت **Khair Mohammad Kalwar** اور ڈائریکٹر جنرل آثارِ قدیمہ **Abdul Fatah Shaikh** اس شعبے کو فروغ دینے کے لیے مختلف اقدامات کر رہے ہیں۔

ان کا مقصد نہ صرف سندھ کی سمندری تاریخ کو محفوظ کرنا ہے بلکہ اسے عالمی تحقیق اور سیاحت کے میدان میں بھی متعارف کرانا ہے۔

مستقبل کی تحقیق اور امکانات

ماہرین کے مطابق اگر انڈس ڈیلٹا میں مزید سائنسی تحقیق کی جائے تو یہاں سے قدیم بندرگاہوں، بحری تجارت، اور سندھ کے سمندری روابط کے بارے میں اہم تاریخی شواہد سامنے آ سکتے ہیں۔ زیرِ آب آثار کی دریافت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ سندھ کی قدیم تہذیب صرف دریائی نہیں بلکہ بحری تمدن سے بھی گہرا تعلق رکھتی تھی۔

یہ تحقیق نہ صرف پاکستان کی تاریخی شناخت کو مضبوط بنانے میں مدد دے گی بلکہ عالمی سطح پر میرین آثارِ قدیمہ کے میدان میں بھی ایک اہم اضافہ ثابت ہو سکتی ہے۔

دریائے سندھ: سندھی تہذیب، تاریخ اور ادب کی پہچان

سندھ کی شناخت، ثقافت اور تاریخ کی سب سے اہم علامت **دریائے سندھ** ہے۔ سندھیوں کے لیے یہ دریا محض پانی کا بہاؤ نہیں بلکہ زندگی، تہذیب، معیشت اور روحانیت کا سرچشمہ رہا ہے۔ ہزاروں سال سے سندھ کی سماجی زندگی، زراعت، تجارت، ادب اور روایات کا مرکز یہی دریا رہا ہے۔

سندھ کی تہذیب، ادب اور قومی شناخت کو سمجھنے کے لیے دریائے سندھ کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ اسی دریا نے اس خطے کو تاریخی اور ثقافتی اہمیت عطا کی ہے۔

قدیم تاریخ اور وادئ سندھ کی تہذیب

انسانی تاریخ کی عظیم ترین تہذیبوں میں سے ایک **وادئ سندھ کی تہذیب** دریائے سندھ کے

کناروں پر پروان چڑھی۔ تقریباً **3000 قبل مسیح سے 2500 قبل مسیح** کے درمیان یہ تہذیب اپنے عروج پر تھی۔

اس تہذیب کے اہم شہر درج ذیل تھے:

- موہنجوڈارو
- ہڑپہ
- امری

آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے معلوم ہوا ہے کہ ان شہروں میں باقاعدہ شہری منصوبہ بندی موجود تھی۔ کشادہ سڑکیں، نکاسیٔ آب کا جدید نظام، اناج کے بڑے گودام، حمام اور تجارتی مراکز موجود تھے۔ یہ تمام ترقیات دریائے سندھ کے پانی، زرخیز زمین اور تجارتی راستوں کی بدولت ممکن ہوئیں۔

سندھ کے نام سے تعلق

دریائے سندھ صرف جغرافیائی نہیں بلکہ لسانی اور تاریخی اعتبار سے بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم فارسی اور یونانی ذرائع کے مطابق:

سندھو → ہند → انڈس → انڈیا

یعنی اسی دریا کے نام سے پورے خطے کی شناخت قائم ہوئی۔

قدیم یونانی مؤرخ **Herodotus** نے اپنی تاریخ میں دریائے سندھ کا ذکر کیا ہے، جبکہ یونانی سفیر **Megasthenes** نے اپنی مشہور کتاب **Indica** میں اس خطے کے جغرافیے اور دریاؤں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔

اسلامی دور کے نامور عالم **Al-Biruni** نے بھی اپنی معروف کتاب **Kitab al-Hind** میں دریائے سندھ کی جغرافیائی، معاشی اور ثقافتی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

سندھی ادب اور شاعری میں دریائے سندھ

دریائے سندھ سندھی شاعری، لوک ادب اور داستانوں میں ایک اہم علامت کے طور پر موجود ہے۔ سندھی شاعروں نے اس دریا کو محبت، جدوجہد، آزادی اور زندگی کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری

عظیم صوفی شاعر **شاہ عبداللطیف بھٹائی** نے اپنی شاعری میں دریائے سندھ اور اس سے جڑے لوک کرداروں کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ ان کی شاعری میں دریا زندگی کے امتحان، سفر اور عشق کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔

ان کے شعری مجموعے میں کئی داستانیں ایسی ہیں جن میں دریا، کشتیاں اور ملاحوں کا ذکر ملتا

ہیں، جو سندھ کی دریائی اور سمندری زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

شیخ ایاز کی شاعری

جدید سندھی ادب میں بھی دریائے سندھ ایک اہم موضوع رہا ہے۔ معروف شاعر **شیخ ایاز** نے اپنی شاعری میں دریائے سندھ کو سندھ کی شناخت، آزادی اور قومی شعور کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے۔

شیخ ایاز لکھتے ہیں:

سندھو تمہارا بہاؤ
ہمارے خون کی طرح
ہمیشہ زندہ رہے گا

یہ شاعری سندھی قوم اور دریا کے درمیان گہرے جذباتی تعلق کی عکاسی کرتی ہے۔

معیشت اور زراعت میں اہمیت

سندھ کی معیشت بڑی حد تک دریائے سندھ پر منحصر رہی ہے۔ یہ دریا صدیوں سے زراعت، تجارت اور روزگار کا بنیادی ذریعہ رہا ہے۔

دریائے سندھ سے وابستہ اہم معاشی سرگرمیاں یہ ہیں:

- زراعت کے لیے آبپاشی

- ماہی گیری
- تجارت اور آمد و رفت
- کشتیوں کے ذریعے نقل و حمل

برطانوی دور میں دریائے سندھ پر ایک وسیع آبپاشی نظام قائم کیا گیا جسے **Indus Basin Irrigation System** کہا جاتا ہے۔ آج بھی یہ دنیا کے بڑے آبپاشی نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔

ثقافتی اور روحانی حیثیت

سندھی عوام کے لیے دریائے سندھ صرف معاشی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اس کی ثقافتی اور روحانی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔

سندھی لوک گیتوں، داستانوں، میلوں اور روایات میں دریائے سندھ کا ذکر بڑے احترام اور محبت سے کیا جاتا ہے۔ بہت سے سندھی لوگ اس دریا کو محبت سے **“سندھ کی ماں”** بھی کہتے ہیں۔

یہ دریا سندھی قوم کے لیے زندگی، محبت اور بقا کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

نتیجہ

دریائے سندھ سندھ کی تاریخ، تہذیب، ادب اور معیشت کا بنیادی مرکز رہا ہے۔ قدیم **وادئ**

سندھ کی تہذیب سے لے کر آج کے جدید سندھ تک یہ دریا سندھی عوام کی زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

سندھی ادب، شاعری اور تاریخ میں دریائے سندھ ہمیشہ ایک زندہ علامت کے طور پر موجود رہا ہے جو سندھ کی شناخت، ثقافت اور تاریخی ورثے کی نمائندگی کرتا ہے۔

وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کی اہمیت اور ضرورت

وادئ سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ صرف برصغیر کی تاریخ کا ایک اہم باب ہی نہیں بلکہ انسانی تہذیب کی ترقی میں بھی اس کا بڑا کردار رہا ہے۔ سندھ میں گزشتہ چند برسوں سے ہر سال **22 مارچ کو "وادئ سندھ کی تہذیب کا دن"** منانے کی روایت قائم کی گئی ہے۔ اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کے ذریعے کون سے مقاصد حاصل کرنا مقصود ہیں۔

وادئ سندھ کی تہذیب کی تاریخی اہمیت

وادئ سندھ کی تہذیب تقریباً پانچ ہزار سال قدیم ہے اور اسے انسانی تاریخ کی ابتدائی شہری تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس تہذیب کے بڑے شہر جیسے **موئن جو دڑو، ہڑپہ، ڈھولاویرا اور راکھی گڑھی** اپنے زمانے میں جدید شہری منصوبہ بندی، تجارت، صنعت اور سماجی تنظیم کی بہترین مثال سمجھے جاتے تھے۔

اس تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی منظم شہری ساخت تھی۔ سیدھی سڑکیں،

نکاسئ آب کا جدید نظام، معیاری اینٹیں، عوامی غسل خانے اور منظم بازار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وادئ سندھ کی تہذیب اپنے دور میں نہایت ترقی یافتہ تھی۔ دنیا بھر کے ماہرین آثار قدیمہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شہری انتظام اور منصوبہ بندی کے اعتبار سے وادئ سندھ کی تہذیب اس دور کی دوسری بڑی تہذیبوں، جیسے مصر اور میسوپوٹیمیا، کے ہم پلہ تھی۔

آثارِ قدیمہ کی دریافتیں

اب تک پاکستان اور بھارت میں وادئ سندھ کی تہذیب سے متعلق **1500 سے زیادہ آثارِ قدیمہ کے مقامات** دریافت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے بہت سے مقامات سندھ، پنجاب، بلوچستان، گجرات اور راجستھان کے علاقوں میں واقع ہیں۔ ان مقامات سے ملنے والی مہریں، مورتیاں، برتن، زیورات اور دیگر اشیاء اس تہذیب کی اعلیٰ ثقافتی اور معاشی ترقی کا واضح ثبوت ہیں۔

تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ وادئ سندھ کی تہذیب پر جتنی تحقیق دوسرے ممالک میں ہوئی ہے، اتنی اس خطے میں نہیں ہو سکی جہاں یہ تہذیب پروان چڑھی۔ دنیا کے کئی ممالک کی جامعات اور تحقیقی اداروں نے اس تہذیب پر باقاعدہ تحقیقی منصوبے شروع کیے ہیں، جبکہ مقامی سطح پر ایسی کوششیں ابھی تک محدود ہیں۔

وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کی ابتدا

سندھ میں **وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کی ابتدا مٹیاری کے علم دوست افراد** نے کی۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ روایت پورے سندھ میں پھیل گئی۔ اب صوبے بھر کی متعدد ادبی، علمی اور ثقافتی تنظیمیں اس دن کے موقع پر سیمینار، لیکچر، مذاکرے اور ثقافتی تقریبات کا انعقاد کرتی ہیں۔

ان تنظیموں میں **سندھو تہذیب جاگرتا سَتھ، سندھی ادبی سنگت** اور دیگر سماجی و ادبی ادارے شامل ہیں۔ ان کا مقصد وادئ سندھ کی تہذیب کے بارے میں شعور پیدا کرنا اور نوجوان نسل کو اپنی تاریخی جڑوں سے جوڑنا ہے۔

اس دن کو منانے کے بنیادی مقاصد

وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانے کے کئی اہم مقاصد ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. ثقافتی شناخت کی بحالی:
وادئ سندھ کی تہذیب اس خطے کے لوگوں کی بنیادی ثقافتی شناخت کی نمائندہ ہے۔ اس دن کو منانے سے لوگوں میں اپنی تہذیبی وراثت کے بارے میں شعور اور فخر پیدا ہوتا ہے۔

2. تحقیق کا فروغ:
اس دن کے ذریعے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ سندھ میں مزید تحقیقی ادارے قائم کیے جائیں اور

آثارِ قدیمہ پر جدید سائنسی طریقوں سے تحقیق کی جائے۔

3. نوجوان نسل میں شعور بیدار کرنا:
نوجوانوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے آگاہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ جب نوجوان اپنی تہذیبی میراث سے واقف ہوں گے تو ان میں شناخت اور فخر کا احساس پیدا ہوگا۔

4. تاریخ کو مسخ ہونے سے بچانا:
بعض اوقات سیاسی یا نظریاتی مقاصد کے تحت تاریخ کو غلط انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانا ایسی کوششوں کے خلاف ایک علمی اور ثقافتی ردِعمل ہے۔

5. عالمی سطح پر پہچان:
وادئ سندھ کی تہذیب عالمی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس دن کو منانے سے اس کی اہمیت کو دنیا کے سامنے مزید نمایاں کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں اہمیت

آج کے دور میں جب عالمگیریت اور تیزی سے بدلتے ہوئے سماجی حالات مقامی ثقافتوں کو متاثر کر رہے ہیں، اپنی تہذیبی وراثت کو محفوظ رکھنا اور بھی زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانا صرف ماضی کو یاد کرنے کا عمل نہیں بلکہ مستقبل کے لیے اپنی ثقافتی شناخت کو مضبوط بنانے کی کوشش بھی ہے۔

یہ دن لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ ان کی سرزمین ہزاروں سال قدیم ایک عظیم تہذیب کی امین

ہے۔ اگر اس ورثے کو صحیح انداز میں محفوظ اور فروغ دیا جائے تو یہ نہ صرف علمی اعتبار سے اہم ہے بلکہ سیاحت اور معاشی ترقی کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب کا دن منانا دراصل تاریخ، ثقافت اور تہذیبی شناخت کی حفاظت اور اس کی وارثی کی علامت ہے۔ یہ دن سندھ کے لوگوں کو اپنے شاندار ماضی سے جوڑتا ہے اور ان میں فخر کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ وادئ سندھ کی تہذیب صرف آثارِ قدیمہ کے چند مقامات کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ تاریخ ہے جسے محفوظ رکھنا اور دنیا کے سامنے پیش کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب کا زوال: موسمیاتی تبدیلی اور قحط کے اثرات پر نئی تحقیق

تمہید

انسانی تاریخ کی عظیم ترین قدیم تہذیبوں میں سے ایک، وادیٔ سندھ کی تہذیب ، اپنی منظم شہری منصوبہ بندی، جدید نکاسیٔ آب کے نظام، وسیع تجارتی روابط اور ترقی یافتہ شہری ڈھانچے کے باعث دنیا بھر میں معروف ہے۔ یہ تہذیب تقریباً **3000 قبل مسیح سے 1900 قبل مسیح** تک اپنے عروج پر رہی۔

کئی دہائیوں سے مورخین اور ماہرینِ آثارِ قدیمہ اس سوال پر غور کرتے رہے ہیں کہ اتنی ترقی یافتہ تہذیب آخر کیوں زوال پذیر ہوئی۔ ماضی میں اس کے مختلف اسباب بیان کیے گئے، جیسے حملہ آور اقوام کی یلغار، جنگیں، دریاؤں کے راستوں کی تبدیلی اور معاشی بحران۔

تاہم حالیہ تحقیق، جو سائنسی جریدہ Communications Earth & Environment میں شائع ہوئی ہے، اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ **طویل المدتی قحط اور موسمیاتی**

تبدیلی اس تہذیب کے تدریجی زوال میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔

وادئ سندھ کی تہذیب کا جغرافیائی اور تاریخی پس منظر

وادئ سندھ کی تہذیب بنیادی طور پر موجودہ Pakistan اور شمال مغربی India کے علاقوں میں پروان چڑھی۔

یہ تہذیب خاص طور پر Indus River اور اس کے معاون دریاؤں کے کناروں پر ترقی کرتی رہی، جہاں زرخیز زمین اور پانی کے قابلِ اعتماد وسائل موجود تھے۔

اس تہذیب کے چند اہم اور معروف شہر یہ ہیں:

- Mohenjo-daro
- Harappa
- Dholavira
- Rakhigarhi

ان شہروں میں:

- سیدھی اور منظم سڑکیں
- نکاسئ آب کا جدید نظام

- بڑی عوامی عمارتیں
- اناج ذخیرہ کرنے کے گودام
- پانی کے مؤثر انتظام کے طریقے

موجود تھے، جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ معاشرہ اپنے زمانے میں انتہائی منظم اور ترقی یافتہ تھا۔

تہذیب کی ترقی اور عروج

تقریباً **4500 سے 3900 سال پہلے** وادئ سندھ کی تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ اس دور میں:

- بڑے شہری مراکز قائم تھے
- دور دراز علاقوں کے ساتھ تجارت ہوتی تھی
- معیاری وزن اور پیمائش کا نظام موجود تھا
- زراعت بہت ترقی یافتہ تھی

آثارِ قدیمہ کے شواہد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تہذیب کے تجارتی روابط Mesopotamian Civilization کے ساتھ بھی تھے۔

موسمیاتی تبدیلی پر نئی سائنسی تحقیق

حالیہ تحقیق کی قیادت ماہرِ موسمیات Vimal Mishra نے کی۔ اس تحقیق میں **5000 سے 3000 سال پہلے** کے موسمی حالات کو دوبارہ تشکیل دینے کی کوشش کی گئی۔

محققین نے اس مقصد کے لیے کئی سائنسی طریقے استعمال کیے، جن میں شامل ہیں:

- موسمیاتی ماڈلنگ
- غاروں میں موجود اسٹالیکٹائٹس اور اسٹالاگمائٹس کے کیمیائی تجزیے
- قدیم جھیلوں میں محفوظ پانی کی سطح کے ریکارڈ

ان شواہد نے اس دور کے ماحولیاتی حالات کے بارے میں اہم معلومات فراہم کیں۔

درجہ حرارت میں اضافہ اور بارش میں کمی

تحقیق کے مطابق اس عرصے کے دوران:

- اوسط درجہ حرارت میں تقریباً **0.5 ڈگری سینٹی گریڈ** اضافہ ہوا

- سالانہ بارش میں **10 سے 20 فیصد تک کمی** واقع ہوئی

یہ تبدیلیاں زراعت اور پانی کی دستیابی پر گہرے اثرات مرتب کر سکتی تھیں، کیونکہ اس تہذیب کی معیشت کا بڑا حصہ زراعت پر منحصر تھا۔

صدیوں تک جاری رہنے والے قحط

تحقیق میں **4450 سے 3400 سال پہلے** کے درمیان **چار بڑے قحط** کی نشاندہی کی گئی۔

ان قحطوں کی نمایاں خصوصیات یہ تھیں:

- ہر قحط **85 سال سے زیادہ** عرصے تک جاری رہا
- تہذیب کے **65 سے 91 فیصد علاقے** متاثر ہوئے
- پانی کے وسائل پر شدید دباؤ پیدا ہوا

یہ طویل موسمی دباؤ بڑے شہروں کو برقرار رکھنے کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گیا۔

آبادیوں کے مقامات میں تبدیلی

تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ آبادیوں کے مقامات تبدیل ہوتے رہے۔

ابتدائی مرحلہ

5000 سے 4500 سال پہلے زیادہ تر آبادیاں ان علاقوں میں تھیں جہاں بارش زیادہ ہوتی تھی۔

بعد کا مرحلہ

4500 سال پہلے کے بعد آبادی آہستہ آہستہ Indus River کے قریب منتقل ہونے لگی۔

ممکن ہے کہ یہ تبدیلی اس لیے ہوئی ہو کہ قحط کے دوران دریا پانی کا زیادہ قابلِ اعتماد ذریعہ بن گیا تھا۔

طویل قحط اور شہری نظام کا خاتمہ

تحقیق کے مطابق ایک شدید قحط جو تقریباً **113 سال** تک جاری رہا (3531 سے 3418 سال پہلے)، اس دور کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے جب آثارِ قدیمہ کے شواہد کے مطابق بڑے شہر زوال پذیر ہونے لگے تھے۔

اس عرصے کے دوران:

- بڑے شہری مراکز سکڑنے لگے یا ترک کر دیے گئے۔

- چھوٹی دیہی آبادیاں بڑھنے لگیں
- شہری زندگی کی جگہ دیہی زرعی معاشرہ غالب آنے لگا

اس عمل کو مورخین **Deurbanization** یعنی شہری نظام کے زوال کا نام دیتے ہیں۔

اچانک تباہی نہیں بلکہ تدریجی زوال

نئی تحقیق کے مطابق وادئ سندھ کی تہذیب کا خاتمہ کسی ایک اچانک واقعے کا نتیجہ نہیں تھا۔

بلکہ کئی عوامل نے مل کر اس تہذیب کے بتدریج زوال میں کردار ادا کیا:

1. طویل المدتی موسمیاتی تبدیلی
2. بار بار آنے والے قحط
3. زرعی پیداوار میں کمی
4. پانی کی کمی
5. آبادیوں کی نقل مکانی

ان تمام عوامل نے مل کر اس عظیم تہذیب کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیا۔

جدید دنیا کے لیے اہم اسباق

یہ تحقیق جدید دنیا کے لیے بھی اہم پیغام رکھتی ہے۔

- موسمیاتی تبدیلی انسانی معاشروں کو شدید متاثر کر سکتی ہے۔
- پانی کے وسائل کا پائیدار انتظام معاشروں کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔
- طویل ماحولیاتی دباؤ سماجی اور معاشی نظام کو تبدیل کر سکتا ہے۔

وادئ سندھ کی تہذیب کی تاریخ اس بات کی واضح مثال ہے کہ انسانی معاشرے اور قدرتی ماحول ایک دوسرے سے گہرے طور پر وابستہ ہیں۔

References

1. Vimal Mishra, Vikrant Jain, Hiren Solanki, Kaustubh Thirumalai, Balaji Rajagopalan (2025). *River drought forcing of the Harappan metamorphosis*. Communications Earth & Environment.

2. Springer Nature (2025).
Scientists finally uncovered why the Indus Valley Civilization collapsed.

3. ScienceDaily (2025).
Climate research on droughts and the decline of the Indus Valley Civilization.

4. UNESCO.
Archaeological research on Indus Valley sites.

وادئ سندھ کی تہذیب: قدامت پر نئی تحقیق

خلاصہ

حالیہ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات، بھرنّا (ہریانہ، بھارت) سے حاصل شدہ ریڈیو کاربن ڈیٹنگ کے

ذریعے ظاہر کرتی ہیں کہ وادئ سندھ کی تہذیب تقریباً 9000 سال قدیم ہے۔ یہ نتائج عالمی تاریخ کی روایتی ترتیب کو چیلنج کرتے ہیں، جس میں میسوپوٹیمیا اور مصر کو سب سے قدیم تہذیبیں سمجھا جاتا رہا ہے۔

تعارف

وادئ سندھ کی تہذیب کو عموماً 2600–1900 قبل مسیح کے دور سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تاہم، نئے شواہد اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس کی ابتدا اس سے کہیں پہلے ہوئی تھی۔ یہ مضمون بھِرنّا سے حاصل شدہ ڈیٹا اور اس کے عالمی تاریِخی اثرات کا جائزہ پیش کرتا ہے۔

طریقۂ کار

آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا اور دیگر اداروں کے محققین نے بھِرنّا سے برآمد شدہ مٹی کے برتن اور حیوانی باقیاتِ کا تجزیہ کیا۔ ریڈیو کاربن ڈیٹنگ اور آکسیجن آئسوٹوپ تجزیے کے ذریعے موسمی حالات اور مسلسل آبادکاری کا مطالعہ کیا گیا (Kumar et al., 2016)۔

نتائج

- ریڈیو کاربن ڈیٹنگ کے مطابق، آبادکاری تقریباً 6000–7000 قبل مسیح تک موجود تھی۔
- آکسیجن آئسوٹوپ تجزیے سے معلوم ہوا کہ موسمی تغیرات کے باوجود برادریوں نے زرعی طریقے بدل کر حالات کے مطابق خود کو ڈھالا۔
- موہنجو دڑو اور ہڑپہ سے منظم شہری منصوبہ بندی، نکاسئ آب کے نظام، کثیر منزلہ مکانات، اناج کے گودام اور بازاروں کے شواہد ملے ہیں (Kenoyer, 1998)۔

بحث

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ وادئ سندھ کی تہذیب مصر کے پہلے فرعونوں سے بھی پہلے وجود میں آ سکتی ہے۔ مصر اور میسوپوٹیمیا کے برعکس، وادئ سندھ میں عظیم محلات یا مندروں کے آثار نہیں ملتے، جو زیادہ اجتماعی یا غیرمرکزی طرزِ حکمرانی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ زوال اچانک نہیں بلکہ تدریجی تھا، جس میں زرعی تبدیلی اور چھوٹے دیہاتوں میں تقسیم شامل تھی (Madella & Fuller, 2006)۔

نتیجہ

وادئ سندھ کی تہذیب نہ صرف دنیا کی سب سے بڑی قدیم تہذیبوں میں سے ایک تھی بلکہ ممکنہ طور پر سب سے قدیم بھی ہے۔ یہ دریافتیں ابتدائی تہذیبوں کے عالمی زمانی خاکے کو نئے سرے سے مرتب کرنے پر مجبور کرتی ہیں اور جنوبی ایشیا کی ثقافتی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

References:

- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.
- Kumar, M., Saraswat, K. S., Pokharia, A. K., & Nautiyal, C. M. (2016). Oxygen isotope analysis of faunal remains from Bhirrana, Haryana: Implications for climate and Harappan culture. *Scientific Reports, 6*(26555). https://doi.org/10.1038/srep26555
- Madella, M., & Fuller, D. Q. (2006). Palaeoecology and the Harappan Civilisation of South Asia: A reconsideration. *Quaternary Science Reviews, 25*(11–12), 1283–1301.

- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*. Rowman Altamira.

سندھ کے قلعوں کی تاریخی جانچ: تحقیق کے نئے رخ اور سائنسی بنیادیں

تعارف

سندھ کے تاریخی مقامات، قلعوں اور کوٹوں کے بارے میں عوامی تصور، نوآبادیاتی دور کے گزٹیئرز، اور جدید مصنفین کی تحریروں میں اکثر مغالطے پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر تالپور دور (1783ء–1843ء) کے حکمرانوں کی طرف قلعوں کی تعمیر کو بغیر ثبوت کے منسوب کرنا ایک عام روایت بن چکی ہے۔ یہ مضمون اس منسوبگی کی تاریخی، سیاسی اور سائنسی جانچ کے لیے ایک تحقیقی کوشش ہے۔

تالپور حکمرانوں کی سیاسی اور مالی صورتحال

- تالپوروں نے سندھ کو تین حصوں میں تقسیم کیا: میرپورخاص، حیدرآباد، خیرپور۔
- ان ریاستوں کے درمیان اندرونی اختلافات اور اقتداری جھگڑے موجود تھے۔
- سندھ مالی طور پر مستحکم نہ تھا؛ منظم فوج کی کمی تھی۔

- قبائلی سرداروں کو وفاداری کے بدلے زمینیں دی جاتی تھیں، اور جنگ کے وقت سپاہی فراہم کرنے کی ذمہ داری انہی سرداروں پر تھی۔ اس لیے کوئی منظم فوج موجود نہ تھی جس کے لیے بڑے بڑے قلعے تعمیر کیے گئے ہوں۔
- تالپور حکمران کابل اور قندھار سے آنے والے حملہ آوروں کو سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔ خراج نہ دینے کی صورت میں حملے ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ تالپور دور میں سندھ کے وزیرِاعظم کو اغوا کر لیا گیا اور بعد میں تاوان ادا کرنے پر رہا کیا گیا۔
- مالی طور پر غیر مستحکم حکومت کے پاس اتنے وسائل موجود نہ تھے کہ قلعے تعمیر کروا سکے۔

قلعوں کی تعمیر کے بارے میں تاریخی شکوک

- تالپور دور میں بڑے قلعوں کی تعمیر کے کوئی مستند ثبوت موجود نہیں۔
- انگریزوں کے قبضے کے وقت جو قلعے تالپوروں کے زیرِ استعمال تھے، انہیں برطانوی گزٹیئرز میں تالپوروں کی تعمیر قرار دیا گیا۔
- عوامی روایتوں میں بھی ہر بڑی تعمیر کو وقت کے بادشاہوں سے منسوب کرنے کا رجحان رہا ہے۔
- مثال کے طور پر: رنی کوٹ، کوٹ دجی، امام گڑھ، لوُنی کوٹ—ان کی تعمیر کے بارے میں تالپور دور کی کتابوں میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

تاریخی مغالطے اور نسلی تعصب

- پاکستان بننے کے بعد کچھ مصنفین نے بغیر تحقیق کے قلعوں کو تالپوروں سے منسوب کیا۔
- ان مصنفین پر پہلے ہی نسلی تعصب کا الزام تھا، اس لیے ان کے دعووں کی غیر جانبدار جانچ ضروری ہے۔
- تاریخی ورثے کی منسوبگی کو تعصب سے پاک اور سائنسی بنیادوں پر پرکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تجاویز: سائنسی جانچ کے طریقے

- **ریڈیو کاربن جانچ (C14):** قلعے کی تعمیر، اینٹوں، لکڑی یا دیگر مواد کی عمر معلوم کرنے کے لیے۔
- **تھرمولومینیسینس:** مٹی کی دیواروں یا اینٹوں کی آخری گرمائش کا وقت جاننے کے لیے۔
- **پرووننس تجزیہ:** پتھروں، اینٹوں اور تعمیراتی مواد کی اصل جگہ معلوم کرنے کے لیے۔
- **دستاویزی جانچ:** تالپور دور کے فرمان، رپورٹس، اور برطانوی گزٹیئرز کی تنقیدی جانچ کے لیے۔

نتیجہ
سندھ کے تاریخی قلعوں کی منسوبگی کے بارے میں موجودہ روایات کو بلا تحقیق تسلیم کرنے کے بجائے، ان کی سائنسی، تاریخی اور دستاویزی جانچ ضروری ہے۔ تاریخ صرف زبانی روایتوں پر نہیں بلکہ عالمی معیار کی تحقیق پر مبنی لکھی جائے تو ہی دنیا اسے قبول کرے گی۔ سندھ کے ورثے کی سچائی کے لیے ہر اینٹ اور پتھر کی تاریخ لکھنا وقت کی تقاضا ہے۔

سندھو دریا کے مختلف نام: تاریخی اور لسانیاتی تجزیہ

خلاصہ
سندھو دریا، جو جنوبی ایشیا کی قدیم تہذیبوں کا مرکز رہا ہے، مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ اس تحقیقی مقالے کا مقصد ان ناموں کے تاریخی، لسانیاتی اور ثقافتی پس منظر کا جائزہ لینا ہے۔ سنسکرت *سندھو* سے لے کر فارسی *ہندو*، یونانی *Indos*، اور جدید *Indus* تک ناموں کی تبدیلی علاقائی روابط اور تہذیبی اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ تحقیق دکھاتی ہے

کہ سندھو دریا صرف جغرافیائی حیثیت نہیں بلکہ ایک تہذیبی شناخت کا مرکز رہا ہے۔

تعارف

سندھو دریا پر دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک، وادئ سندھ کی سبیتا کی بنیاد رہی ہے۔ اس دریا کی اہمیت کے سبب مختلف قوموں اور تہذیبوں نے اسے اپنی زبانوں میں مختلف ناموں سے پکارا۔ ان ناموں کی ارتقا تاریخی روابط، لسانی تبدیلی اور ثقافتی اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔

تاریخی پس منظر

ویدک دور: ”سندھو“

قدیم ہندو صحیفہ *رگ وید* میں *سندھو* لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ”بڑا پانی“ یا ”سمندر جیسا دریا“ ہے (Britannica, 2026)۔

یہ نام سندھو اتھری کی قدیم زبانوں میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اسی سے *سندھ* اور *سندھی* الفاظ نکلے۔

ایرانی دور: ”ہندو“

قدیم ہخامنشی سلطنت میں صوتیاتی تبدیلی (s → h) کے سبب *سندھو* سے *ہندو* بنا۔ یہ تبدیلی 850–600 قبل مسیح کے دوران قدیم ایرانی زبانوں میں ہوئی (Parpola, as cited in sources)۔

ہندو لفظ بعد میں جغرافیائی شناخت بن گیا۔

یونانی اور رومی دور: ”Indos / Indus“

جب سکندر اعظم اس علاقے تک پہنچا، تو یونانیوں نے *ہندو* کو *Indos* میں تبدیل کیا، جو بعد میں لاطینی میں *Indus* بنا۔

آج بھی عالمی سطح پر یہی نام استعمال ہوتا ہے۔

اسلامی دور: ”مہران“

عرب اور مسلمان مؤرخین نے سندھو دریا کو *مہران* کہا۔

یہ نام خاص طور پر سندھی ثقافت اور ادب میں مشہور

ہوا۔
سندھی زبان میں آج بھی *سندھو* اور *مہران* دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

علاقائی نام

- **اباسین** (پشتو): پشتو زبان میں سندھو دریا کو *اباسین* کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے “دریاؤں کا باپ”۔
- **شینگھے زانگبو** (تبتی): تبت میں اس دریا کو *Senge Tsangpo* کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے “شیر دریا”۔

دیگر نام
مختلف علاقوں میں سندھو کے لیے یہ نام بھی استعمال ہوتے ہیں:

- *دریائے سندھ* (اردو)
- *السند* (عربی)
- *نیلاب* (ترکی)
- *سندا* (قدیم آشوری)

لسانیاتی تجزیہ
سندھو دریا کے ناموں کی تبدیلی لسانیاتی اصولوں کو ظاہر کرتی ہے:

- Proto-Indo-Iranian → *Sindhu*
- Old Persian → *Hindu*
- Greek → *Indos*
- Latin → *Indus*

یہ تبدیلیاں نہ صرف آواز کی تبدیلی بلکہ تہذیبی روابط کا نتیجہ ہیں۔

ثقافتی اور تاریخی اہمیت
سندھو دریا مختلف تہذیبوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ رہا

ہے۔
یہ دریا:

- زرعی معیشت کی بنیاد رہا
- مذہبی متون میں مقدس حیثیت رکھتا ہے
- علاقائی شناخت کا مرکز رہا

اس لیے اس کے نام مختلف ثقافتی شناختوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

نتیجہ
سندھو دریا کے مختلف نام ایک طویل تاریخی اور لسانیاتی سفر کی عکاسی کرتے ہیں۔ سندھو سے *Indus* تک ناموں کی تبدیلی دکھاتی ہے کہ کس طرح مختلف تہذیبوں نے اس دریا کو اپنی ثقافت کا حصہ بنایا۔ یہ دریا صرف پانی کا بہاؤ نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا ایک اہم محور رہا ہے۔

References

- Al-Biruni. (1910). *Alberuni's India* (E. C. Sachau, Trans.).
- Al-Masudi. (1989). *The Meadows of Gold*. Routledge.
- Briant, P. (2002). *From Cyrus to Alexander*. Eisenbrauns.
- Griffith, R. T. H. (Trans.). (1896). *The Rigveda*.
- Herodotus. (2003). *The Histories* (R. Waterfield, Trans.).
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization*.
- Sinha, S., et al. (2010). *Network analysis of Indus inscriptions*.

- Yadav, N., et al. (2009). *Statistical analysis of the Indus script*.

عالمی تجارت اور سندھ ورکی

خلاصہ

یہ تحقیقی مقالہ سندھ ورکی تاجروں کے عالمی تجارتی کردار، ان کے جغرافیائی پھیلاؤ، اور دیگر تجارتی برادریوں کے تقابلی جائزے کو پیش کرتا ہے۔ 19ویں صدی میں، خاص طور پر برطانوی دور کے بعد، سندھی تاجروں نے عالمی منڈیوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔ اس مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثقافتی برانڈنگ، مہاجر نیٹ ورک، اور لچکدار حکمتِ عملیوں نے سندھ ورکی تاجروں کو عالمی تجارت میں ممتاز بنایا (Markovits, 2000; Levi, 2007)۔

تعارف

1843ء میں برطانوی قبضے کے بعد سندھ کا سیاسی اور اقتصادی مرکز حیدرآباد تھا، جہاں کاریگروں اور تاجروں کی سرگرمیاں بڑی اہمیت رکھتی تھیں۔ اس دور میں سندھی تاجروں کی تیار کردہ ثقافتی اشیاء — جیسے دستکاری، کپڑے اور زیورات — انگریز خریداروں میں بے حد مقبول ہوئیں۔ خریداری کے وقت انگریز اکثر پوچھتے: *“Is this Sindh Work?”*، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے لیے سندھی مصنوعات ایک معیاری برانڈ کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔

تاجروں نے بھی اس اصطلاح کو اپنی تجارتی گفتگو میں استعمال کرنا شروع کیا، جیسے *“You want to see Sindh work?”*، اور آہستہ آہستہ یہ نام تاجروں کے لقب کے طور پر قائم ہو گیا۔ یوں "سندھ ورکی" صرف ایک تجارتی اصطلاح نہ رہا بلکہ سندھی تاجروں کی ثقافتی اور اقتصادی شناخت کا عالمی نشان بن گیا۔

یہ پس منظر واضح کرتا ہے کہ "Sindh Work" نوآبادیاتی دور کے تجارتی تعلقات سے پیدا ہوا، اور اس کے ذریعے سندھی تاجروں نے اپنے ثقافتی ورثے کو عالمی منڈی میں برانڈ کی صورت میں پیش کیا۔ یہ عمل سندھ کی اقتصادی تاریخ میں ایک اہم موڑ تھا، جس سے مقامی صنعت اور تجارت کو بین الاقوامی سطح پر پہچان ملی۔

سندھ ورکی تاجر 19ویں صدی میں عالمی تجارت کی ایک اہم قوت کے طور پر سامنے آئے۔ 1843ء میں برطانوی قبضے کے بعد تجارت کے نئے مواقع پیدا ہوئے، جنہوں نے سندھی تاجروں کو بین الاقوامی منڈیوں تک رسائی دی (Markovits, 2000)۔ "Sindh Work" ایک ایسی اصطلاح کے طور پر ابھرا جو معیار، ثقافتی شناخت اور اعتماد کی علامت بن گیا۔

تاریخی پس منظر

سندھی تاجروں کا تجارتی ورثہ قدیم دور سے موجود ہے، جس کی جڑیں وادئ سندھ کی تہذیب تک جاتی ہیں (Possehl, 2002)۔ قدیم زمانے میں سندھی تاجر جاوا، سماٹرا، لنکا اور عدن تک تجارت کرتے تھے (Pearson, 2003)۔
برطانوی دور میں بمبئی اور حیدرآباد تجارتی مراکز بنے، جہاں سے سندھ ورکی تاجروں نے عالمی منڈی تک رسائی حاصل کی (Markovits, 2000)۔

تجارتی نیٹ ورک اور جغرافیائی پھیلاؤ

سندھ ورکی تاجروں کے نیٹ ورک انتہائی وسیع تھے، جو خلیج فارس، عدن، مصر، ملائشیا، سنگاپور اور پاناما تک پھیلے ہوئے تھے (Markovits, 2000; Levi, 2007)۔
مورخ کلاوڈ مارکووٹس کے مطابق، سندھی تاجروں کے نیٹ ورک نے کئی عالمی بندرگاہوں کی معیشت پر اثر ڈالا (Markovits, 2000)۔

اہم تجارتی شعبے

- موتیوں کی تجارت (خلیج فارس) (Pearson, 2003)
- کپڑے اور دستکاری کی تجارت (Markovits, 2000)
- ثقافتی اور آرائشی اشیاء (Levi, 2007)

کامیابی کے عناصر

ثقافتی برانڈنگ
"Sindh Work" ایک عالمی برانڈ بن گیا، جو معیار اور اعتماد کی علامت تھا (Markovits, 2000)۔

پرَدیسی نیٹ ورک
سندھی تاجروں نے خاندانی اور سماجی تعلقات کے ذریعے اپنے کاروبار دنیا کے مختلف حصوں میں بڑھائے (Levi, 2007)۔

لچکدار حکمتِ عملی
تاجروں نے مختلف علاقوں میں مختلف حکمتِ عملی اپنائی:

- مصر میں کپڑے کی تجارت
- خلیج میں موتیوں کی تجارت
- جنوب مشرقی ایشیا میں ثقافتی تجارت (Pearson, 2003)

عالمی تجارتی برادریوں کے ساتھ تقابلی جائزہ

سندھ ورکی تاجر

- ثقافتی برانڈنگ
- عالمی پھیلاؤ
- خاندانی نیٹ ورک

پارسی تاجر

پارسی تاجروں نے برطانوی سرپرستی میں ترقی کی اور بمبئی میں مضبوط حیثیت حاصل کی (Markovits, 2000)۔

گجراتی تاجر

گجراتی تاجروں نے افریقہ اور عرب ممالک میں مقامی نیٹ ورک قائم کیے (Pearson, 2003)۔

یہودی تاجر

یہودی تاجروں نے عالمی مالی اور بینکاری نظام میں اہم کردار ادا کیا (Abraham, 1995)۔

تقابلی تجزیہ

تجارتی حکمتِ عملی

- سندھ ورکی: ثقافتی برانڈنگ اور خاندانی نیٹ ورک
- پارسی: سرکاری سرپرستی
- گجراتی: مقامی شراکت داری
- یہودی: مالی نظام

عالمی پھیلاؤ

- سندھ ورکی: ایشیا، افریقہ، امریکہ
- پارسی: ہندوستان، چین، خلیج
- گجراتی: افریقہ، عرب دنیا

- یہودی: یورپ، امریکہ

ثقافتی اور معاشی اثرات

- سندھ ورکی: سندھی ثقافت کی عالمی پہچان
- پارسی: نوآبادیاتی معیشت
- گجراتی: مقامی اثرات
- یہودی: عالمی مالی اثرات

عالمی اثر

سندھ ورکی تاجروں نے عالمی تجارت میں نہ صرف اقتصادی بلکہ ثقافتی سطح پر بھی اثر ڈالا۔ ان کے نیٹ ورک بخارا سے پاناما تک پھیلے ہوئے تھے، جو عالمی تجارتی تاریخ میں ایک منفرد مثال ہے (Levi, 2007)۔

بحث

اس تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ ورکی تاجروں کا ماڈل روایتی تجارت سے مختلف تھا، جس میں ثقافتی شناخت، سماجی نیٹ ورک، اور لچکدار حکمتِ عملی نے اہم کردار ادا کیا۔ دیگر تجارتی برادریوں کے مقابلے میں، سندھ ورکی تاجروں کا ثقافتی اثر زیادہ نمایاں رہا۔

نتیجہ

سندھ ورکی تاجر عالمی تجارتی تاریخ میں ایک اہم مثال ہیں، جنہوں نے اپنی ثقافتی شناخت اور تجارتی حکمتِ عملی کے ذریعے عالمی سطح پر اثر ڈالا۔ ان کی کامیابی کی بنیاد برانڈنگ، نیٹ ورکنگ، اور حالات کے مطابق تبدیلی میں لچک پر تھی۔

سفارشات

- سندھ ورکی تاجروں کی تاریخ پر مزید عالمی تحقیق کی جائے۔

- تقابلی مطالعات کو بڑھایا جائے۔
- جدید کاروباری حکمتِ عملی میں "Sindh Work" ماڈل کو شامل کیا جائے۔

References

- Abraham, I. (1995). *Business communities of India: A historical perspective*. Oxford University Press.
- Levi, S. C. (2007). *The Indian diaspora in Central Asia and its trade*. Brill.
- Markovits, C. (2000). *The global world of Indian merchants, 1750–1947*. Cambridge University Press.
- Pearson, M. N. (2003). *The Indian Ocean*. Routledge.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A contemporary perspective*. AltaMira Press.

سندھ تہذیب میں زرعی حکمت عملیاں: مقاصد اور نتائج

خلاصہ

یہ علمی مضمون سندھ تہذیب کی زرعی حکمت عملیوں کا جائزہ لیتا ہے، خاص طور پر بڑے شہری مراکز (ہڑپّا، موہنجو دڑو، راکی گڑھی) اور علاقائی مراکز (گجرات، ہریانہ) کے طریقۂ کاشت پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ آثارِ قدیمہ سے ملنے والے نباتاتی شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ کہیں *monoculture* یعنی ایک ہی فصل پر انحصار کیا گیا، اور کہیں *multicropping* اور *intercropping* کے ذریعے لچکدار حکمت عملیاں اپنائی گئیں۔ یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ زرعی فیصلے صرف موسمی تبدیلیوں کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ سماجی و معاشی تقاضوں سے بھی جڑے ہوئے تھے۔

بڑے شہروں میں زرعی حکمت عملی

ہڑپّا اور موہنجو دڑو جیسے شہری مراکز میں ربی فصلوں (گندم اور جو) پر مبنی *monoculture* غالب تھی۔ آثارِ قدیمہ کے شواہد بتاتے ہیں کہ وقت کے ساتھ فصلوں میں تبدیلی آئی: ابتدائی دور میں جو، پھر گندم، اور بعد میں دوبارہ جو (Weber, 2003)۔ اگرچہ باجرے جیسے

خریف فصلوں میں اضافہ ہوا، لیکن کبھی بھی بڑی مقدار میں شامل نہ ہو سکے (Petrie & Bates, 2017)۔

گجرات اور ہریانہ میں زرعی لچک

گجرات کے روجڑی اور کھیرسارا میں کاشت کے طریقے زیادہ لچکدار تھے۔ یہاں *multicropping*، *intercropping* اور *maslin cultivation* کے ذریعے باجرہ، جوار اور چاول کاشت کیے گئے (Bates & Choi, 2021)۔ کھیرسارا میں ابتدائی دور میں 90٪ جو کاشت کیا جاتا تھا، لیکن بعد میں خریف فصلوں کی طرف رخ کیا گیا۔ راکی گڑھی کے گردونواح کے دیہاتوں میں مسلسل فصلوں کی کاشت اور مشترکہ حکمت عملی اپنائی گئی، جس سے دیہی نظام زیادہ مستحکم رہا۔

تقابلی تناظر

اگر سندھ تہذیب کی زرعی حکمت عملی کا مصر اور میسوپوٹیمیا سے تقابل کیا جائے تو ایک اہم فرق سامنے آتا ہے: سندھ میں زرعی تنوع اور علاقائی لچک زیادہ تھی۔ جہاں دیگر تہذیبوں میں شہری تقاضوں کے باعث یکساں فصلیں کاشت کی جاتی تھیں، وہاں سندھ کے مختلف علاقے مختلف حکمت عملیوں کے ذریعے موافقت اختیار کرتے رہے (Weber et al., 2010)۔

نتیجہ

سندھ تہذیب کی زرعی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں کے لوگ موسمی بحرانوں کے محض شکار نہیں تھے بلکہ فعال حکمت عملیوں کے ذریعے جواب دیتے تھے۔ زرعی تنوع اور انسانی فیصلوں کی وجہ سے سندھ تہذیب کو نئے زاویے سے دیکھنے کی ضرورت ہے—یہ صرف "زوال کی کہانی" نہیں بلکہ *موافقت اور جدت* کی تاریخ ہے۔

References

- Bates, J., & Choi, J. (2021). Different strategies in Indus agriculture: The goals and outcomes of farming choices. *Antiquity, 95*(384), 1482–1500. `https://doi.org/10.15184/aqy.2021.123` (doi.org in Bing)

- Petrie, C., & Bates, J. (2017). ‘Multi-cropping’, intercropping and adaptation to variable environments in Indus South Asia. *Journal of World Prehistory, 30*(2), 81–130.

https://doi.org/10.1007/s10963-017-9101-3 (doi.org in Bing)

- Weber, S. A. (1999). Seeds of urbanism: Archaeobotany and the Indus Civilization. *Antiquity, 73*(282), 387–395. https://doi.org/10.1017/S0003598X00088310 (doi.org in Bing)

- Weber, S. A. (2003). Archaeobotany at Harappa: Indus civilization and rice cultivation. In S. A. Weber & W. R. Belcher (Eds.), *Indus ethnobiology: New perspectives from the field* (pp. 175–198). Lexington Books.

- Weber, S. A., Kashyap, A., & Miksicek, C. (2010). Archaeobotany at Harappa: Indus civilization and rice cultivation revisited. *Antiquity, 84*(326), 1029–1046. https://doi.org/10.1017/S0003598X00099305 (doi.org in Bing)

انڈس تہذیب میں زرعی حکمتِ عملیاں اور شہری مراکز کی ترقی

انڈس تہذیب (2600–1900 قبل مسیح) دنیا کی
قدیم ترین شہری تہذیبوں میں سے ایک تھی،
جس کی بقا اور ترقی کا بنیادی سہارا زرعی
پیداوار تھا۔ اس مقالے میں زرعی حکمتِ عملیاں،
ملٹی-کروپنگ نظام، اور علاقائی تنوع کا جائزہ لیا
گیا ہے۔ Fuller، Weber، Saraswat اور
Possehl کی تحقیق کے ساتھ ساتھ C.A.
Petrie، J. Bates، T. Higham اور R.N.

Singh کے نئے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاول، باجرا اور جنوبی ایشیا کی دالیں انڈس دور میں ہی کاشت کی جاتی تھیں، اور ملٹی-کروپنگ شہری مراکز کی خوراک کے تسلسل کے لیے نہایت اہم تھی۔ زرعی تنوع اور ماحولیاتی موافقت نے انڈس تہذیب کو ایک پیچیدہ اور لچکدار سماجی-اقتصادی نظام بنایا۔

تعارف

انڈس تہذیب کے مرکزی شہر—موہنجو دڑو، ہڑپا اور راکھی گڑھی—زرعی سرپلس پر قائم تھے۔ زرعی تنوع اور موسمی حکمتِ عملی اس تہذیب کی شہری پیچیدگی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ سابقہ تحقیقات (Fuller et al., 2010؛ Weber, 1999؛ Saraswat, 2004؛ Possehl, 2002) زرعی تنوع کو اجاگر کرتی ہیں، جبکہ حالیہ دریافتیں (Petrie et al., 2016) اسے براِ راست ریڈیوکاربن تاریخوں سے ثابت کرتی ہیں۔

بحث

زرعی تنوع اور ملٹی-کروپنگ

- سردیوں کی فصلیں: گندم اور جو۔
- گرمیوں کی فصلیں: چاول، باجرا اور دالیں۔
- ملٹی-کروپنگ نظام: ایک ہی سال میں دو فصلیں کاشت کرنا، جس سے خوراک کا تسلسل اور شہری مراکز کی بقا ممکن ہوئی۔

راکھی گڑھی اور چاول کی کاشت

- Saraswat (2004) اور Fuller et al. (2010) کے نتائج کے ساتھ Petrie اور ساتھیوں کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ راکھی گڑھی میں چاول اور دالیں انڈس دور میں ہی کاشت کی جاتی تھیں۔
- یہ دریافت سابقہ مفروضوں کو رد کرتی ہے، جن کے مطابق چاول صرف گنگا کے میدان میں کاشت ہوتا تھا۔

علاقائی تنوع اور ماحولیاتی موافقت

- ہڑپا میں چاول کا ثبوت کم ہے، جبکہ راکھی گڑھی میں گرمیوں کی فصلیں زیادہ اہم تھیں۔
- Petrie اور Singh کے نتائج کے مطابق زرعی حکمتِ عملیاں موسمی تبدیلی کے ساتھ مطابقت اور علاقائی لچک پر مشتمل تھیں۔

شہری مراکز پر اثرات

- زرعی سرپلس شہری مراکز کی ترقی اور سماجی پیچیدگی کے لیے بنیاد بنا۔
- خوراک کی تقسیم اور ٹرانسپورٹ ایک اقتصادی نیٹ ورک کا حصہ تھی، جس سے مختلف علاقوں میں باہمی انحصار بڑھا۔

نتیجہ

انڈس تہذیب کی زرعی حکمتِ عملیاں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ تہذیب ماحولیاتی موافقت، ثقافتی انتخاب اور زرعی تنوع پر مبنی تھی۔

Petrie اور ساتھیوں کی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ چاول اور گرمیوں کی فصلیں انڈس دور میں ہی کاشت کی جاتی تھیں، اور ملٹی-کروپنگ نظام شہری مراکز کی خوراک کے تسلسل کے لیے نہایت اہم تھا۔ زرعی تنوع اور علاقائی فرق نے انڈس تہذیب کو ایک پیچیدہ، لچکدار اور متنوع سماجی-اقتصادی نظام بنایا۔

References

- Fuller, D.Q., et al. (2010). Feeding ancient cities in South Asia: dating the adoption of rice, millet and tropical pulses in the Indus civilisation. Antiquity, 84(326), 1029–1044.
- Weber, S. (1999). Seeds of urbanism: palaeoethnobotany and the Indus civilisation. Antiquity, 73(282), 813–826.
- Saraswat, K.S. (2004). Agricultural background of the Harappan civilization in India. Pragdhara, 14, 121–176.
- Possehl, G.L. (2002). The Indus Civilization: A Contemporary Perspective. Walnut Creek: AltaMira Press.
- Petrie, C.A., Bates, J., Higham, T., & Singh, R.N. (2016). Feeding ancient cities in South Asia: new

insights from direct radiocarbon dates on rice, millet and pulses from Indus settlements. Journal of Archaeological Science, 68, 42–50.

عمان اور وادئ سندھ میں ثقافتی روابط: دہوا سے موہنجوداڑو کے جھانجھ دریافت

عمان کے مقام دہوا 7 (DH7) سے دریافت ہونے والے تانبے کے جھانجھ (cymbals) کانسی دور کی موسیقی اور ثقافتی روابط کے بارے میں اہم شواہد فراہم کرتے ہیں۔ یہ نوادرات تیسری ہزار قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں اور Umm an-Nar period کے دور میں بنائے گئے۔ ان کی ساخت اور شکل Mohenjo-daro اور دیگر مقامات سے ملنے والی اشیاء سے مشابہت رکھتی ہے، جو Indus Valley Civilization کے ساتھ مضبوط ثقافتی تعلقات کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ مقالہ دہوا کے جھانجھ کے آثارِ قدیمہ کے تناظر، مادی تجزیہ اور ثقافتی اہمیت کا جائزہ لیتا ہے،

اور یہ دلیل دیتا ہے کہ موسیقی نے مختلف تہذیبوں کے درمیان روابط قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تعارف (Introduction)

آثارِ قدیمہ کی تحقیق اکثر نئی دریافتوں کی روشنی میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ Oman کے دہوا (Dahwa) مقام سے دریافت ہونے والے جھانجھ نے Mohenjo-daro، Harappa اور Chanhu-daro سے ملنے والی ملتی جلتی اشیاء کی نئی تشریح میں مدد فراہم کی ہے۔ ماضی میں ان اشیاء کو برتنوں کے ڈھکن سمجھا جاتا تھا، لیکن اب انہیں موسیقی کے آلات کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے۔

یہ مقالہ دہوا کی دریافت کو کانسی دور کے ثقافتی اور تجارتی نیٹ ورکس کے وسیع تناظر میں پیش کرتا ہے۔

دہوا 7 کا آثارِ قدیمہ تناظر

دہوا 7 شمالی Oman میں واقع ایک اہم مقام ہے جو Umm an-Nar period سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ جھانجھ عمارت S1 سے دریافت ہوئے، جو تقریباً 4.4×3.3 میٹر کی ایک مستطیل عمارت تھی۔

اس عمارت کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

- دیگر عمارتوں سے الگ تھلگ محلِ وقوع
- منفرد تعمیراتی ڈیزائن
- اندرونی ساختی عناصر
- بیرونی پلستر شدہ مقامات، جو اجتماعی سرگرمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں

جھانجھ کو باقاعدہ طور پر ایک دوسرے کے اوپر رکھا گیا اور پھر انہیں پتھریلے فرش کے نیچے دفن کر دیا گیا، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ ایک **نذرانہ (votive deposit)** تھے۔

ساخت اور مادی تجزیہ

دہوا کے جھانجھ تانبے کے بنے ہوئے ایک جیسے گول آلات ہیں:

- قطر: 138 ملی میٹر
- ابھرا ہوا درمیانی حصہ: 76 ملی میٹر چوڑا اور 17 ملی میٹر گہرا
- مرکزی سوراخ: 4.2 ملی میٹر
- موٹائی: 1.5–2 ملی میٹر

کیمیائی تجزیہ سے معلوم ہوا کہ یہ تانبا مسقط کے قریب واقع علاقوں (نجم یا میسر) سے حاصل کیا گیا تھا، جو منظم وسائل کے حصول اور تجارتی نظام کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے۔

وادئ سندھ سے تقابلی شواہد

ان جھانجھ کے قریب ترین نمونے Mohenjo-daro میں ملتے ہیں، جبکہ اسی نوعیت کی اشیاء Harappa اور Chanhu-daro سے بھی دریافت ہوئی ہیں۔

مزید برآں، Ur-Namma stele میں موسیقاروں کو جھانجھ بجاتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جو اس دور میں اس آلے کے استعمال کی تصدیق کرتا ہے۔

ثقافتی روابط اور تجارتی نیٹ ورکس

دہوا کی دریافت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عمان اور وادئ سندھ کے درمیان قریبی روابط موجود تھے:

- وادئ سندھ طرز کی مٹی کے برتنوں کی مقامی تیاری
- سندھ طرز کی اشیاء کی موجودگی
- لوگوں کی ہجرت اور ثقافتی انضمام

عمان کا قدیم مقام “مگان” کانسی دور میں تانبے کی تجارت کا ایک اہم مرکز تھا۔ ممکن ہے کہ وادئ سندھ کے لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے ہوں اور تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لیا ہو۔

موسیقی اور مذہبی رسومات

جھانجھ کی دریافت اور ان کی ترتیب اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ مذہبی رسومات میں استعمال ہوتے تھے۔

موہنجوداڑو کی ڈانسنگ گرل اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ رقص اور ممکنہ طور پر موسیقی وادئ سندھ کی سماجی زندگی کا اہم حصہ تھے۔

یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ موسیقی نے مختلف ثقافتی گروہوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

بحث

دہوا کہ جھانجھ کئی اہم سوالات کو جنم دیتے ہیں:

- کیا یہ مقامی طور پر تیار کیے گئے یا درآمد کیے گئے؟
- موسیقی کی روایات مختلف خطوں میں کیسے پھیلیں؟
- وادئ سندھ میں دیگر موسیقی آلات کون سے تھے؟

یہ دریافت وادئ سندھ کی تہذیب کے ثقافتی پہلوؤں کو نئے زاویے سے سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

نتیجہ

دہوا سے دریافت ہونے والے کانسی دور کے جھانجھ قدیم عمان اور وادئ سندھ کے درمیان ثقافتی روابط کا مضبوط ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ دریافت اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ موسیقی نہ صرف سماجی بلکہ مذہبی زندگی کا بھی ایک اہم جزو تھی۔

یہ تحقیق اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قدیم دنیا میں ثقافتی تبادلہ صرف تجارت تک محدود نہیں تھا بلکہ فنون، روایات اور سماجی طریقوں تک بھی پھیلا ہوا تھا۔

References

- Al-Belushi, M., et al. (2023). Bronze Age ritual practices in Oman. *Arabian Archaeology and Epigraphy*.
- Kenoyer, J. M. (1998). *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*. Oxford University Press.
- Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization*. AltaMira Press.

- Potts, D. T. (1990). *The Arabian Gulf in Antiquity*. Oxford University Press.
- Wright, R. P. (2010). *The Ancient Indus*. Cambridge University Press.
- https://archaeologymag.com/2025/04/bronze-age-cymbals-unearthed-in-oman/
-

وادئ سندھ تہذیب کا
سمندری تجارتی نظام اور
اندرونی آبی نیٹ ورک

خلاصہ

وادئ سندھ تہذیب قدیم دنیا کے سب سے ترقی یافتہ تجارتی نظاموں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مقالہ لوتھل Lothal کے گرد قائم اندرونی آبی نیٹ ورک اور اس کے سمندری تجارت سے تعلق کا جائزہ لیتا ہے۔ آثارِ قدیمہ، سیٹلائٹ ریموٹ سینسنگ، میدانی تحقیق اور تاریخی حوالوں کی بنیاد پر یہ مطالعہ نال کوریڈور اور دریائے سابرمتی Sabarmati River جیسے آبی راستوں کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوتھل اندرونی علاقوں اور بین الاقوامی سمندری تجارت کے درمیان ایک اہم رابطہ مرکز تھا۔

تعارف

وادئ سندھ تہذیب کے تجارتی نیٹ ورک وسیع جغرافیائی علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے، جو اندرونی بستیوں کو ساحلی اور بین الاقوامی منڈیوں سے جوڑتے تھے۔ ان میں لوتھل ایک نمایاں مرکز تھا، جسے روایتی طور پر ایک بندرگاہی شہر سمجھا جاتا ہے۔ تاہم جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت صرف سمندری سرگرمیوں تک محدود نہیں تھی بلکہ یہ ایک وسیع اندرونی آبی نظام کا حصہ بھی تھا۔

اندرونی آبی نیٹ ورک اور علاقائی روابط

آثارِ قدیمہ اور ماحولیاتی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہڑپائی لوگوں نے قدرتی آبی نظاموں کو نقل و حمل کے لیے استعمال کیا۔ موسمی بارشیں، سیلابی پانی اور نشیبی علاقے قابلِ سفر آبی راستوں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔

اس نظام کا ایک اہم جزو نال کوریڈور تھا، جو رن آف کچ اور خلیج کھمبات Gulf of Khambhat کو ملاتا تھا۔ ہڑپائی دور میں یہ علاقہ موسمی سیلاب کی زد میں رہتا تھا، جس سے یہ ایک اہم آبی گزرگاہ بن جاتا تھا۔

اس راستے کے فوائد:

- خطرناک سمندری سفر کا متبادل
- نسبتاً محفوظ اور موسمی طور پر قابلِ استعمال راستہ
- متعدد بستیوں کی تجارتی نیٹ ورک میں شمولیت

3. لوتھل ایک اہم تجارتی مرکز کے طور پر

لوتھل تین اہم آبی راستوں کے سنگم پر واقع تھا:

- نال کوریڈور کے ذریعے اندرونی راستہ
- دریائے سابرمتی کے ذریعے دریائی راستہ
- خلیج کھمبات کے ذریعے سمندری راستہ

یہ جغرافیائی حیثیت اسے ایک اہم درمیانی تجارتی مرکز بناتی تھی، جہاں سے علاقائی اور بین الاقوامی تجارت ممکن تھی۔

اہم تجارتی اشیاء:

- تانبہ (خام مال)
- اسٹیٹائٹ
- عقیق اور کارنیلین
- سیپ اور ہاتھی دانت

یہ وسائل اراولی رینج Aravalli Range، نرمدا ندی Narmada River اور ساحلی علاقوں سے حاصل کیے جاتے تھے۔

سمندری روابط اور بین الاقوامی تجارت

یہ اندرونی آبی نیٹ ورک سمندری راستوں سے جڑا ہوا تھا، جو ماضی میں میسوپوٹیمیا اور عرب خلیج تک پھیلے ہوئے تھے۔ میسوپوٹیمیا کی تحریروں میں “میلوحہ” کا ذکر ان تجارتی تعلقات کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

لوتھل کی درمیانی حیثیت نے اندرونی علاقوں کے تاجروں کو عالمی منڈیوں تک رسائی فراہم کی۔

کشتیوں کی ٹیکنالوجی اور ایتھنو-آرکیالوجی

مقامی کشتیوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- چپٹے نچلے حصے والی کشتیاں کم گہرے پانی کے لیے موزوں تھیں
- مختلف آبی حالات کے مطابق کشتیوں کی اقسام تیار کی جاتی تھیں
- قدیم روایات آج تک برقرار ہیں

یہ شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ ہڑپائی لوگ آبی وسائل کے مؤثر استعمال کی صلاحیت رکھتے تھے۔

لوتھل کے ڈوک یارڈ پر بحث

لوتھل کے مشہور “ڈوک یارڈ” کے استعمال کے بارے میں مکمل اتفاقِ رائے موجود نہیں ہے۔ تاہم جدید تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ اصل اہمیت پورے آبی نظام اور جغرافیائی تناظر کی ہے، نہ کہ صرف ایک ساخت کی۔

نتیجہ

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ وادئ سندھ تہذیب نے ایک مربوط اور ترقی یافتہ تجارتی نظام قائم کیا تھا، جس میں اندرونی اور سمندری دونوں راستوں کا مؤثر استعمال کیا جاتا تھا۔ نال کوریڈور جیسے آبی راستے تجارت کو آسان اور محفوظ بناتے تھے۔

لوتھل اس نظام کا مرکزی مرکز تھا، جو اندرونی وسائل کو عالمی تجارتی نیٹ ورک سے جوڑتا تھا۔ یہ نظام ہڑپائی تہذیب کی معاشی تنظیم اور قدرتی وسائل کے مؤثر استعمال کی اعلیٰ مثال پیش کرتا ہے۔

References

- Possehl, G. L. (1976a). *The Indus Civilization*
- Possehl, G. L. (1976b). *Trade and exchange in the Indus Valley*
- Rao, S. R. (1979). *Lothal: A Harappan Port Town*
- Wright, R. P. (2010). *The Ancient Indus*
- جدید سیٹلائٹ اور جغرافیائی مطالعات

ہولوسین دور: سندھ کے ساحل کے ساتھ انسانی آباد کاری اور سطح سمندر میں تبدیلی

خلاصہ

یہ مقالہ ہولوسین دور کے دوران بحیرہ عرب کے شمالی ساحل، خصوصاً سندھ اور بلوچستان کے علاقوں میں انسانی آبادکاری، ماحولیاتی تبدیلیوں اور سمندری سطح میں اتار چڑھاؤ کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوولیتھک دور میں ماحول میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جنہوں نے انسانی رہائش اور معاشی حکمت عملیوں کو متاثر کیا۔ جھیل سراندا اور امری ثقافت سے حاصل شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ سمندری وسائل پر انحصار ابتدائی انسانی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ مقالہ اس امر پر بھی زور دیتا ہے کہ جدید ترقی کے باعث آثارِ قدیمہ کے مقامات

تیزی سے تباہ ہو رہے ہیں، اس لیے ان کے تحفظ کی فوری ضرورت ہے۔

تعارف

وادئ سندھ تہذیب کی ابتدا کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کے جغرافیائی اور ماحولی حالات کا مطالعہ کیا جائے۔ ہولوسین دور (تقریباً 11,700 سال قبل سے شروع ہونے والا) میں سمندری سطح میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جنہوں نے ساحلی علاقوں، خصوصاً سندھ ڈیلٹا اور مکران کے ساحل کو تبدیل کر دیا (Lambeck et al., 2014)۔

پال بیاگی (Paolo Biagi) کی تحقیق بلوچستان کے علاقے لاس بیلا اور جھیل سراندا کے گرد و نواح میں قدیم ماحول اور انسانی آبادکاری کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔

ہولوسین دور میں سمندری سطح کی تبدیلیاں

ہولوسین دور میں گلیشیئرز کے پگھلنے کے باعث عالمی سطح پر سمندروں کی سطح بلند ہوئی، جس کے نتیجے میں ساحلی علاقے اندرونی سمت میں پھیل گئے (Stanley & Warne, 1994)۔ سندھ کے ساحلی علاقوں میں بھی وہ علاقے جو آج خشک ہیں، ماضی میں زیرِ آب یا نیم آبی تھے۔

ان تبدیلیوں کے نتیجے میں:

- جھیلوں اور لاگونس کی تشکیل ہوئی
- مینگروو جنگلات میں اضافہ ہوا
- انسانی آبادکاری کے لیے سازگار حالات پیدا ہوئے

جھیل سراندا اور ابتدائی انسانی آبادکاری

جھیل سراندا، جو بلوچستان کے علاقے لاس بیلا میں واقع ہے، ایک اہم آثارِ قدیمہ کا مقام ہے۔ شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں 9ویں ہزارے قبل از حال (تقریباً 7000 قبل مسیح) میں انسانی آبادکاری موجود تھی (Biagi, 2022)۔

اہم آثار میں شامل ہیں:

- چقماق کے اوزار
- صدفی ڈھیر (shell middens)
- چھوٹی بستیوں کے آثار

یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں کے لوگ:

- شکار اور خوراک جمع کرنے
- سمندری وسائل کے استعمال
- ابتدائی تجارت

میں مصروف تھے۔

امری ثقافت اور سمندری معیشت

امری کلچر وادئ سندھ سے پہلے کی ایک اہم ثقافتی روایت ہے۔ نئی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ امری دور (تقریباً 6000 BP) میں سمندری وسائل معیشت کا اہم حصہ تھے (Biagi, 2022)۔

اہم مقامات:

- تھاروِلہ
- مکلی پہاڑیاں (ٹھٹھہ)
- کلان کوٹ

ان مقامات سے ملنے والے صدفی ڈھیر اور قلعہ بند بستیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ:

- سمندری خوراک اہم تھی
- ساحلی تجارتی راستے استعمال ہوتے تھے
- جزائر اور ساحلی علاقے اسٹریٹیجک اہمیت رکھتے تھے

علاقائی اور بین العلاقائی روابط

اسی نوعیت کے آثار بھارت کے کھادیر جزیرے اور رن آف کچھ میں بھی ملے ہیں، جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ بحیرہ عرب کے شمالی ساحل پر ایک وسیع ثقافتی نیٹ ورک موجود تھا (Petraglia & Allchin, 2007)۔

یہ روابط ظاہر کرتے ہیں:

- علاقائی ثقافتی تعامل
- ابتدائی بحری تجارت
- ٹیکنالوجی اور وسائل کا تبادلہ

ماحولی تبدیلیاں اور انسانی موافقت

تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاس بیلا کا علاقہ نوولیتھک سے برونز ایج تک بڑی تبدیلیوں سے گزرا:

- جھیل سراندا سمندر سے الگ ہو گئی
- دریائی مٹی کا جمع ہونا بڑھ گیا
- ہواؤں سے آنے والی ریت نے ساحلی ساخت بدل دی

یہ تبدیلیاں Oman کے ساحلی علاقوں سے مماثلت رکھتی ہیں (Biagi, 2022)۔

آثارِ قدیمہ کو درپیش خطرات

بدقسمتی سے کئی آثارِ قدیمہ کے مقامات درج ذیل وجوہات کی بنا پر تباہ ہو رہے ہیں:

- آبادی میں اضافہ
- صنعتی توسیع
- شہری پھیلاؤ

اے آر خان کی دریافتیں اور حالیہ تحقیق بھی خطرے میں ہیں (Khan, 1979; Biagi, 2022)۔

نتیجہ

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ ہولوسین دور میں ماحولیاتی تبدیلیوں اور سمندری سطح میں اتار چڑھاؤ نے انسانی آبادکاری اور ثقافتی ترقی پر گہرا اثر ڈالا۔ جھیل سراندا اور امری ثقافت کے شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ سمندری وسائل پر انحصار ابتدائی معاشی نظام کا بنیادی جز تھا، جو بعد میں وادئ سندھ تہذیب کے ظہور میں مددگار ثابت ہوا۔

مستقبل کی تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ:

- مزید فیلڈ تحقیق کی جائے۔
- جدید سائنسی طریقے اپنائے جائیں
- آثارِ قدیمہ کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

References

- Biagi, P. (2022). *Holocene people and sea-level changes along the northern coast of the Arabian Sea (Pakistan)*. Archaeological Research Journal.

- Khan, A. R. (1979). *Archaeological discoveries in Sindh*. Karachi: Department of Archaeology.

- Lambeck, K., Rouby, H., Purcell, A., Sun, Y., & Sambridge, M. (2014). Sea level and global ice volumes from the Last Glacial Maximum to the Holocene. *Proceedings of the National Academy of Sciences*, 111(43), 15296–15303.

- Petraglia, M. D., & Allchin, B. (2007). *The evolution and history of human populations in South Asia*. Springer.

- Stanley, D. J., & Warne, A. G. (1994). Worldwide initiation of Holocene marine deltas. *Journal of Coastal Research*, 10(3), 643–655.